



محرم الحرام 1432ھ بمطابق دسمبر 2010ء



درمیان

## جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت

حضرت علامہ محمد عبدالرشید قادری

کریسٹن

## نفاق کی چند علامتیں

مولانا خالد محمود قادری

## تین رمضان کو دن کے وقت

## چاند نظر آنے سے متعلق شرعی مسائل

(روایت ہلال سے متعلق چند توہمات اور مفروضات کا ازالہ)

پروفیسر مفتی عبدالرشید الرحمن

## وفا کے پیکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مولانا نواب بن

## ایمان کی قدر کرو!

مولانا فضل غنی قادری اشرفی

کلاؤن

## ”بیسہ“ حلال ہے یا حرام؟

اشرف الدلہ و المشائخ حضور شاہ محمد رفیع مہاجر شرف قادری محدث نیک آبادی

## فضائل الشہیدین امام حسین رضی اللہ عنہ

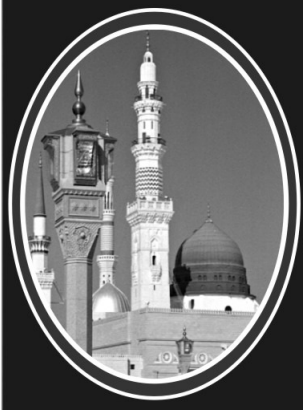
بابا عاصم رضوان جیدر

اداریہ

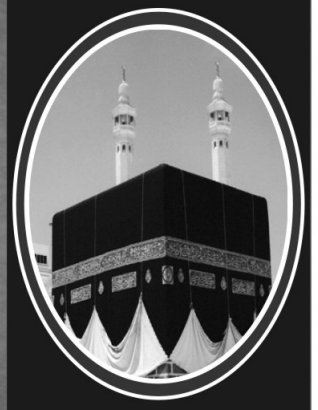
## قانون توہین رسالت کے تھے معنی و مفہوم

## کیبل کے نقصانات

مولانا دین محمد اشرفی



# حمد و نعت



وہ رشکِ چمن، مختارِ زمن، طیبہ کا دھنی، مکے کا مکین  
وہ دُرِّ عدن، وہ جانِ چمن، آئینہ بدن، آئینہ جبین

وہ غنچہ دہن، وہ لعلِ یمن، وہ سروِ سمن، وہ چاند بدن  
وہ عارضِ گل، وہ ختمِ رُسل، غنچوں کی مہک، جلوؤں کی پھبن

وہ ماہِ عرب، وہ مہرِ عجم، وہ فضلِ خدا، سلطانِ حرم  
وہ شاہِ اُمم، وہ رشکِ اِرم، وہ نورِ خدا، وہ حسنِ اَتم

وہ ساقیِ کوثر، جانِ نظر، وہ شعلہ نگاراں راحتِ جاں  
وہ بحرِ سخا، مولائے کرم، وہ ماہِ مبین، وہ عرشِ مکاں

وہ طبعِ مفکر، نوعِ بشر، وہ نجمِ ادا، وہ جانِ چمن  
وہ جانِ جہاں، وہ سنبلِ جاں، وہ دل کی لگن، وہ شاہِ زمن

ممتازِ نبی، وہ مرسلِ دیں، وہ نورِ ہدیٰ، محبوبِ خدا  
لاٹانیِ حفیظِ پیمر ہے، وہ رہبرِ کامل عقدہ کشا

ہے ذکرِ میرے لب پر ربِ انام تیرا  
افضل ہے ذاتِ تیری اعلیٰ مقام تیرا

مفلس ہو یا تو نگر پاتے ہیں فیضِ تجھ سے  
سب پہ کرم ہے یکساں ہر صبح و شام تیرا

میدانِ کربلا ہو یا کوئیِ معرکہ ہو  
تسکینِ جانِ دل ہے مشکل میں نام تیرا

ہر شے میں دیکھتا ہوں جلوہ نما تجھی کو  
ہے باعثِ تسلی دل میں قیام تیرا

ہیں لاکھ ازم یوں تو دُنیا میں اب بھی جاری  
ہر قوم کیلئے ہے کامل نظام تیرا

ہو عالمِ نزع میں جس دم حفیظِ خستہ  
جاری ہو اس کے لب پر اس وقت نام تیرا

محمد حفیظ نقشبندی مجددی

# قانون توہین رسالت کے نئے معنی و مفہوم

محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ

یہ مضمون ان اسلامیان پاکستان خواتین و حضرات کی توجہ کا متقاضی ہے، جو توہین رسالت کے قانون کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اور اب توہین رسالت کے کیس میں نیکانہ صاحب کے نواحی گاؤں کی خاتون آسیہ بی بی کی سزائے موت کے خلاف بطور فیشن احتجاج کرتے ہوئے اس کی آڑ میں توہین رسالت کے قانون کو ختم کرانے کے درپے ہیں۔ ماڈریٹ کہلانے والے ان خواتین حضرات کو کیا امریکہ، برطانیہ سے قانون توہین مسیح کو ختم کرنے یا اس میں ہلکی سی ترمیم کا تقاضہ کرنے کی جرأت بھی ہو سکتی ہے۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ایاز امیر صاحب کے کالم بعنوان ”توہین رسالت کے قوانین کیوں دکھائی نہیں دیتے“ میں بعض امور توجہ طلب ہیں جس کیلئے اس قانون کے مختصر پس منظر کا ذکر ضروری ہے۔

امتناع توہین رسالت کے قانون کے نفاذ کیلئے سال ۱۹۸۴ء میں راقم الحروف نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت پٹیشن دائر کی تھی جب یورپ اور خاص طور پر ماسکو سے اسلام اور پیغمبر اسلام صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلاف گستاخانہ اور دل آزار جملوں کی یلغار ہو رہی تھی جس کے لٹریچر کو آفاقی اشتمالیت کے نام سے ایک انتہا پسند کمیونسٹ نے کتابی شکل میں شائع کیا اور اس کو ہائی کورٹ بار اور دوسرے اداروں میں مفت تقسیم کرتا جا رہا تھا۔ اس کتاب میں بتلایا گیا تھا کہ اسلام کا دور ختم ہو چکا ہے اور پیغمبر اسلام صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں گستاخانہ اور نہایت نازیبا کلمات استعمال کئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت سے قبل راقم کا ایک این جی او کے خلاف قانون توہین رسالت کا ایک مقدمہ فیڈرل کورٹ میں زیر سماعت تھا جس میں ملک کے چوٹی کے علماء اور مسلمان دانشوروں کو طلب کیا گیا تھا جن کی متفقہ رائے تھی کہ توہین انبیاء، اسلام کے علاوہ مسیحی اور موسوی قانون کی رو سے بھی ناقابل معافی جرم ہے۔

بائبل کی رو سے اس جرم کی سزا سنگسار یا زندہ جلادینے کی تھی جس کے مطابق گستاخان مسیح کو یہ سزا دی جاتی رہی ہے اسلام کی رو سے اس جرم کی سزا قتل مقرر ہے۔ اس بارے میں راقم کی پٹیشن فیڈرل شریعت کورٹ نے منظور کر لی تھی اور توہین رسالت کو ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سزا قرآن و سنت کی رو سے سزائے موت مقرر کر دی گئی۔ ملاحظہ ہو فیصلہ، بمقدمہ محمد اسماعیل قریشی بنام جنرل محمد ضیاء الحق و حکومت

پاکستان 10FSC1991PLD

اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی جب اس اپیل کی اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کو اطلاع ملی تو انہوں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا قانون توہین رسالت کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کسی اہل کار کی شرارت معلوم ہوتی ہے



اگر توہین رسالت کی سزا موت سے بھی زیادہ سنگین ہوتی تو اس پر بھی عمل درآمد کیا جاتا۔ میاں صاحب نے فوری طور پر سرکاری وکیل کو حکم دیا کہ توہین رسالت کے مقدمہ کے فیصلہ سزائے موت کے خلاف اپیل واپس لی جائے، جس کو بوجہ دست برداری سپریم کورٹ نے خارج کر دیا۔

جناب ایاز امیر میاں محمد نواز شریف کے ہم نشینوں میں ہیں۔ اور انہی کی حمایت سے قومی اسمبلی میں پہنچے ہیں، لیکن ان کے توہین رسالت کے خلاف مضمون پر میاں صاحب کے حوالے سے فارسی کی یہ مثل صادق آتی ہے ”من چہ گویم وطنہ من چہ می سرانید۔“

صاحب موصوف کو قانون توہین رسالت کے خلاف اپنے مضمون توہین رسالت کے قانون کیوں دکھائی نہیں دیتے؟

جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

”پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخی یا اہانت توہین رسالت نہیں۔ جس کسی کو قانون کی مروجہ اصطلاحات کا علم نہ ہو وہ بزم خود قانون رسالت کے خود ساختہ معانی و مفہوم کو پیش کرنے کی جسارت کرے، اس پر ناظرہ سرگرمیاں ہیں، اسے کیا کہیے۔ قانون کی تعبیر اور تشریح ماہرین قانون اور عدلیہ کا کام ہے، اگر یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لے تو قانون باز بچہ اطفال ہو جائے گا، جو ملک اور قوم کو تباہی کے کنارے پہنچا دے گا۔“

ایاز امیر صاحب کے بیان کئے ہوئے توہین رسالت کے مفہوم سے نہ تو واضعاً قانون کو تخلیق آگئی ہے اور نہ اعلیٰ عدلیہ اور سپریم کورٹ کے جج جن کی ساری عمر قانون کی تعبیر اور تشریح کرتے ہوئے گزری ہے۔ اپنے حضرت ایاز امیر کی اس تحقیق انیت سے نا آشنا معلوم ہوتے ہیں۔

توہین رسالت کے وضعی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے ایاز امیر صاحب نے اپنے اس مضمون میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے ”اصل توہین مذہب (رسالت) تو یہ ہے کہ ایک بچہ بھوک سے بلک رہا ہو کوئی بچہ پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے بھیک مانگنے پر مجبور ہو یا ایک عورت تنگ دستی کی وجہ سے بچوں سمیت دریا میں چھلانگ لگا دے۔“

معلوم نہیں ان کاموں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ توہین رسالت سے کیا تعلق ہے؟ موصوف کا یہ کوئی معروضی جائزہ نہیں۔ صرف افغانی جمع خرچ یا مولویانہ وعظ و تلقین کی ایک ماڈرن قسم ہے۔

کوئی ان سے پوچھے حضرت آپ نے اس سلسلے میں کوئی اقدام بھی کیا ہے، جیسا کہ بنگلہ دیش کے غازیمن (خستہ حال) بینک کے ڈائریکٹر نے سرمایہ کاروں سے رقم لے کر تنگ دست خواتین کو ایک ایک ہزار قرض حسنہ ایک سال کیلئے دیا ان کی ضرورت کے مطابق سلائی یا کڑھائی کی مشین فراہم کی جس کی آمدن سے وہ اپنا گزارہ بھی کرتی رہیں اور قرض کی رقم بھی واپس کر دی جس سے وہاں افلاس بڑی حد تک دور ہو گیا ہے آپ کے بھی ملک کے سرمایہ کاروں سے تعلقات ہیں آپ کو اس کا خیر سے کس نے روکا ہے؟

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے (غضب ہے کہ) ہمارے لئے ایمان آئین سے کہیں بڑھ کر ہے، بجا فرمایا۔ سیکولر ریاست میں ایمان کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے اسی نظریہ کے تسلسل میں یہ بھی لکھا ہے ”ہم نے اس خود ساختہ نعرے کو سینہ سے لگا رکھا ہے کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے“ ساتھ ہی اس خود فریبی کا شکار ہیں کہ پاکستان ایک خاص مقصد کیلئے تخلیق کیا گیا تھا کہ خدائی مشن کی تکمیل ہو سکے۔ ایک طرف بظاہر سنجیدہ اور معقول دکھائی دینے والے آرمی چیف جنرل کیانی نے بھی ایک موقع پر اعلان کیا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے مگر کسی ایک ملک نے کبھی عیسائیت کو اپنے ملک کا قلعہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ دوسری طرف لاقعداء فرقوں کے ملاؤں کی بریگیڈ بار بار اسلام کے دفاع کے نام پر سڑکوں پر آ جاتی ہے چیختی ہے چلاتی ہے اور باواز بلند امریکہ کے خلاف نعرہ بازی کرتی ہے یہ سب موصوف کی نظر میں احمقانہ حرکت ہے اس لئے اس سے گریز کرنا پڑے گا اس لئے وہ قوم کو مشورہ دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی کمزوریوں کے باعث امریکہ کی خواہش کے مطابق اپریشن کرنا ہی پڑتا ہے یعنی ہماری فوج کی اپنی کوئی حکمت عملی نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی پالیسی ہے اس کو بھی ایاز امیر صاحب کی طرح امریکہ کے آگے جھکنا پڑتا ہے اور اس جھکنے کے خلاف ہر کارروائی



کا تعلق تو ہین رسالت سے ہے اس لئے اس قانون کو منسوخ کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔

موصوف کا یہ بیان کہ کسی ایک ملک کبھی عیسائیت کو اپنے ملک کے قلعہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس بارے میں جہاں تک لفظی دعویٰ کا تعلق ہے وہ درست ہے۔ ایاز امیر صاحب انکی فیملی یقیناً برطانیہ میں قیام پذیر رہی ہے افسوس کہ انہوں نے امریکہ اور برطانیہ کا اندرون جھانک کر نہیں دیکھا جو عیسائیت کا قلعہ نہیں بلکہ مضبوط ترین قلعہ ہیں سیکولر ازم کا لیبل برائے نام لگا ہوا ہے مجھے بھی برطانیہ اور امریکہ میں کافی عرصہ قیام کا موقع ملا ہے میرے برادر عزیز سلیم قریشی بار ایٹ لابرٹس نیشنل ہیں کورٹ کی اسٹیشنل اجازت ملنے پر اسلامی مقدمات میں کانفرنس میں پریسڈیم کا ممبر بھی رہا ہوں کسی ملک کا قانون اور وہاں کی عدالتوں کے فیصلے اس ملک کی اصلی صورت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

برطانیہ میں عیسائیت کے بعد مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں کے مسلمانوں نے سلمان رشدی کی شیطانی آیات (Satanic Verses) کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے حکومت کو درخواست دی کہ قانون تو ہین مسیح میں معمولی ترمیم کر کے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے لیکن وہاں کے وزیر قانون مسٹر جان پیٹس نے اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے تحریری طور پر بتلایا کہ حکومت برطانیہ قانون تو ہین مسیح میں کسی قسم کی ترمیم کو جائز قرار نہیں دیتی۔

وہاں کی سب سے بڑی آخری عدالت ہاؤس آف لارڈ نے اس بارے میں فیصلہ دیتے ہوئے حکومت برطانیہ کے موقف کو درست قرار دیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ برٹش لاء مذہب پر جارحانہ حملہ کو جائز قرار دیتا ہے۔ مزید برآں یہ رہنما کس بھی دیئے ہیں کہ اگر حکومت برطانیہ تو ہین مسیح میں اسلام کے قانون تو ہین رسالت کی کوئی کلاز شامل بھی کر دے تو برطانیہ کی اعلیٰ عدلیہ اس قانون کو یہاں لاگو کرنے سے گریز کرے گی۔ اس فیصلہ کے خلاف یورپ کی ہیومن رائٹس کورٹ نے مسلمانوں کی نگرانی خارج کر دی۔ برطانیہ میں تو ہین مسیح تو بڑی بات ہے وہاں حکومت نے جناب مسیح کی ایک عقیدت مند نثریہا کے بارے میں سٹروگر وکی فلم کو ضبط کر لیا جس میں ٹریسا کو حالات وجد میں رقص کرتے ہوئے جناب مسیح علیہ السلام کے جسم کے مختلف حصوں کے بوسے لیتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ فلم کی اس مضبوطی کے خلاف برطانیہ اور یورپ کی اعلیٰ عدلیہ نے بھی سماعت سے انکار کر دیا۔

اب ذرا ایک جھلک امریکہ کی سپریم کورٹ کے موکس کیس کی بھی دیکھ لیجئے۔ جہاں یہ قرار دیا گیا کہ امریکی ریاست سیکولر ہونے کے باوجود عیسائی مذہب کی بنیاد پر قائم ہے کیونکہ وہاں صدر راکین کانگریس عدالتوں کے جج انتظامیہ کے تمام افسر اور اہل کار بائبل پر حلف اٹھاتے اور عیسائی خدا کو مانتے ہیں اس لئے یہاں کسی کو عیسائی مذہب کے کسی قانون کے خلاف پبلک میں تقریر کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ان تمام باتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ایاز امیر صاحب کو امریکہ میں یا یورپ کے کسی ملک میں عیسائیت کا قلعہ نظر نہیں آتا۔ اسلام کی تاریخ کو حضرت ایاز امیر نے اچھی طرح سے کھنگالا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام ہندوستان میں گزشتہ 800 سالوں سے موجود ہے اسے کبھی کسی خطرے کا سامنا نہیں رہا۔

راقم اور برصغیر ہند کے مسلمانوں کے خیال میں اگر اسلام یا مسلمانوں کو ہندوستان میں صدیوں سے کوئی خطرہ ہی نہیں تھا تو پھر کیوں علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح نے علیحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا اور ہندوستان سے علیحدہ مملکت قائم کرنے کیلئے اپنی زندگی کھپا دی۔ اور پھر کس لئے ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں نے بے مثال قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کیا۔

قائد اعظم کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ قائد اعظم کے آخری کلمات کیا تھے کہ بارے میں اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں ایک بار دوا کے اثرات کو دیکھنے کیلئے ہم انکے پاس بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن ہم نے بات چیت سے منع کرنا رکھا تھا اس لئے الفاظ لبوں پر آکر رک جاتے ہیں اسی ذہنی کشمکش سے نجات دلانے کیلئے ہم نے خود انہیں دعوت دی تو وہ بولے۔ تم جانتے ہو جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ

پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام اور تمام امور میں اکیلا کبھی نہ کر سکتا تھا۔

یہ رسول خدا عز وجل صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ وَحْیِ اللہِ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا نمونہ بنائیں تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے لیکن بدلتے ہوئے حالات میں ڈھال لینے کی وجہ سے وہ ایک کامیاب ملک بن گیا ہے صاحب موصوف کو کون بتلائے کہ جناب والا ترکی نے اتاترک کے یورپ کی کورانہ تقلید کو ترک کر کے اسکی بجائے اسلام کی طرف مراجعت کی ہے جس کی وجہ سے وہاں کے عوام کی بھاری اکثریت سے طیب اردگان کی اسلام پسند جماعت برسرِ اقتدار آئی ہے۔

ایاز امیر صاحب نے اپنے قارئین کو یہ نہیں بتلایا کہ توہین رسالت کا قانون پاکستان کی ترقی میں کس طرح رکاوٹ یا مزاحم ہے۔ پاکستان تو ہندوستان سے علیحدہ اس لئے ہوا کہ یہاں محمد عربی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نظام حکمرانی قائم ہو۔ قائد اعظم کے آخری الفاظ جو انہوں نے اپنے انتقال سے قبل اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ کو بتلائے تھے جسے روزنامہ جنگ نے اپنی 11 ستمبر 1988ء کی اشاعت میں شائع کیا، وہی پاکستان کی جدوجہد اور تشکیل کا سنگ میل ہے۔ اسکی روایتیاد ہم نے اوپر بیان کر دی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قائد اعظم اس نوزائیدہ مملکت میں کس طرح خدائی مشن کیلئے کام کر رہے تھے۔ ایاز امیر صاحب قائد اعظم کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ وہ قوم کو یہ بتلا رہے ہیں کہ پاکستان ایک خاص مقصد کیلئے تخلیق کیا گیا تاکہ خدائی مشن کی تکمیل ہو سکے اور خدا اپنا وعدہ پورا کرے۔

ایاز امیر صاحب کا پاکستان کی تشکیل میں نہ کوئی حصہ ہے نہ وہ اس بنیادی مقاصد کی اہمیت سے واقف ہیں۔

قائد اعظم پاکستان کی تشکیل کو رسول خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا روحانی فیض قرار دے رہے ہیں۔ کیا موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ ملک عزیز محمد عربی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات گرامی کی بدولت وجود میں آیا؟ اگر ان کے نام گرامی کو نکال دیا جائے تو پھر ہندوستان سے اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ آج اس نام نامی کو پاکستان سے معاذ اللہ ہٹا دیجئے پھر دیکھئے ہندوستان بھی آپ کو گلے لگائے گا۔

امریکہ اور یورپ کی اشیر باد بھی آپ کو حاصل ہو جائیگی مگر اس کے بعد پاکستان کے وجود اور بقاء کی وجہ Reason of Existence ہی باقی نہیں رہے گی اس لئے ان کا نام نامی اس کی بقاء اور اسکی سالمیت کی ضمانت ہے، اگر اس نام کی عزت اور حرمت اس ملک میں بھی باقی نہ رہے تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو ساری دنیا میں کھل کھلنے کا موقع مل جائیگا۔

اس مقدس نام کی توہین کو دنیا میں کسی مسلمان نے جہاں کہیں بھی ہو یورپ، امریکہ، افریقہ میں کسی جگہ بھی برداشت نہیں کیا تقسیم ہند سے قبل جب غازی علم الدین شہید نے ایک گستاخ رسول پبلشر راج پال کو قتل کر دیا تو اس پر علامہ اقبال جنہوں نے پاکستان کا بلو پرنٹ تیار کیا تھا بے ساختہ فرمایا ترکھاناں دامنڈی بازی لے گیا۔ علم الدین اور ایک گستاخ رسول کے قاتل غازی عبدالقیوم جن کو گستاخان رسول کے قتل میں کراچی کی عدالت سے سزائے موت ہوئی تھی۔ تو علامہ اقبال نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”ضربِ کلیم“ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے:

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ  
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

راج پال قتل کیس میں قائد اعظم نے لاہور ہائی کورٹ میں علم الدین کی طرف سے اس مقدمہ کی پیروی کی تھی۔ قائد اعظم کا اصول تھا کہ وہ کسی غلط مقدمہ کو لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ لیکن ہمارے ترقی پسند دانشور ایاز امیر صاحب نے توہین رسالت کو جرم تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اس طرح وہ قرآن و سنت کے احکام کو چودہ سو سال سے امت مسلمہ کے اجماع و اتار کو اسلامی ملکوں اور خاص طور پاکستان سپریم کورٹ فیڈرل شریعت کورٹ کے متفقہ فیصلوں کو نہیں مانتے۔ موصوف کا علم و دانش برطانیہ اور یورپ کی لکڑیوں کے سہارے چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کے

بارے میں مولانا روم نے فرمایا ہے کہ ”کارچو ہیں بے تمکین بود“۔

موصوف یورپ اور امریکہ کی ریاستوں اور حکومتوں کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ سیکولر یا لادین ہیں۔ اور عیسائیت کا قلعہ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے ان ملکوں کے اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کو پڑھنے کی کبھی زحمت گوارہ نہیں کی۔ ان سیکولر ملکوں میں تو توہین مسیح کا قانون موجود ہے جس میں وہ کسی قسم کی ترمیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔

”گے نیوز“ کے ایڈیٹر لے مون نے جناب مسیح کی مجرد زندگی کے بارے میں ایک مزاحیہ نظم شائع کی تھی جس پر برطانیہ کی ابتدائی عدالت نے اسے توہین مسیح کے جرم میں سزا دی۔ اسکی اپیل ہاؤس آف لارڈز نے خارج کر دی، اس نے یورپین کورٹ آف ہیومن رائٹس میں گمرانی دائر کی لیکن اس کو بھی اس بنا پر مسترد کر دیا گیا کہ اس نظم سے عیسائی فرقہ کی دل آزاری ہوتی ہے، جسے برداشت نہیں کیا جاسکتا ہے، البتہ اسلام کے خلاف کوئی بات کی جاتی ہے تو برٹش لاز کی رو سے وہ کوئی جرم نہیں۔ لیکن اسی ہاؤس آف لارڈز کے جج لارڈ اسکارمن جن کو مشرق اور مغرب کے جمہوری ملکوں میں اور روس میں بھی ترغیب پسند لبرل جج شمار کیا جاتا ہے اپنے ایک معرکتہ الآرا فیصلہ میں قانون توہین مسیح کو برطانیہ کی سالمیت کیلئے ایک ناگزیر جمہوری ضرورت قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس قانون کو دوسرے مذاہب کی توہین تک بھی وسیع کیا جانا چاہیے تاکہ ان کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔

لیکن یہاں اپنے حضرت میاں امیر چاہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمان ان کی طرح توہین رسالت کو نظر انداز کر دیں، اور انکی نظر میں اس قانون کو یہاں برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس ملک کو اسلام کا قلعہ کہنا بھی حماقت ہے کیونکہ یہ ملک کسی خاص مقصد یا مشن کیلئے نہیں تخلیق کیا گیا تھا۔

مگر موصوف نے یہ نہیں بتلایا کہ اس ملک کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے کیلئے اتنی جانوں کی قربانیوں اور جدوجہد کی ضرورت کیا تھی؟ اور اب صاحب موصوف کے پیش نظر کیا مشن ہے؟ جس کی روح سے وہ قانون توہین رسالت کو منسوخ کرنے کیلئے سر توڑ کوششوں میں مصروف ہیں اور صاف طور پر اسلام کے قلعہ کو مسمار کرنے کے درپے نظر آتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے جو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت کو اپنا دین و ایمان نہیں سمجھتے۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

بمصلحت	برساں	خولیش	راکہ	دیں	ہمہ	اوست
اگرہ	اونہ	رسیدی	تمام	بولہی	است!	

(بنکرہ روزنامہ فرائیڈ)



# جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت

حضر علامہ مولانا محمد عبدالرشید قادری رضوی

جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی بہترین عبادت ہے جو اس عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

آیت نمبر ۲:

”أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ“

”دعا قبول کرتا ہوں پکارنیوالے کی جب مجھے پکارے۔“ (۵)

آیت شریفہ میں کلمہ ”إِذَا“ ہے۔ یعنی دعا کیلئے مخصوص وقت مقرر نہیں۔ جنازہ کے بعد دعا مانگی جائے یا کسی اور وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ضرور قبول فرمائے گا۔

احادیث شریفہ:

”إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ“ ۴:

”جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو اس کیلئے خالص دعا مانگو۔“ (۶)

مسئلہ:

نماز جنازہ پڑھنے کے بعد صفوں کو توڑ کر دعا کرنی چاہئے۔ اسی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

آیت نمبر ۱:

”وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ“

”اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں قبول

کروں گا۔ بیشک جو میری عبادت سے اونچے کھینچتے ہیں (تکبر کرتے

ہیں) عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔“ (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیشہ دعا کرو، وہابی دیوبندی نجدی کہتے

ہیں جنازہ کے بعد دعا نہ کرو۔

حدیث میں شریف میں ہے:

”الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ“ ۱:

”دعا عبادت ہے۔“ (۲)

”الدُّعَاءُ مَخُ الْعِبَادَةِ“ ۲:

”دعا عبادت کا مغز ہے۔“ (۳)

”لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الدُّعَاءِ“ ۳:

”در بار رب میں دعا سے بڑھ کر عزت والی کوئی چیز نہیں۔“ (۴)

جب دعا کرنا عبادت اور شرعاً محبوب و مطلوب ہے تو نماز

۱: ”سور غافر/ المؤمن“ الآية، ۶۰، پ: ۲۴، ع: ۱۱، کنز الایمان

۲: ”کنز العمال“ ج: ۱، ص: ۱۲۷، ”ترمذی“ ج: ۲، ص: ۱۷۳، ”مشکوٰۃ“ ص: ۱۹۳ (”جامع ترمذی“ کتاب تفسیر القرآن، باب (ومن) سورة المؤمن،

رقم الحديث: ۳۲۴۷، ص: ۷۳۸، دار السلام الرياض کتاب الدعوات، باب سنہ (الدعاء مخ العبادۃ) ۳۳۷۲، ۷۷۰)

۳: ”کتاب الدعوات“ باب سنہ (الدعاء مخ العبادۃ) ۳۳۱، ص: ۷۷۰، ”ابوداؤد“ ج: ۱، ص: ۲۱۵، ”ترمذی“ ج: ۲، ص: ۱۷۳، ”مشکوٰۃ“ ص: ۱۹۳

”تفسیر مظہری“ ج: ۸، ص: ۲۷۰

۴: ”مشکوٰۃ“ ص: ۱۹۵

۵: ”پ: ۲“ ع: ۷، سورة البقرة، آیت: ۱۸۶، کنز الایمان

۶: ”ابن ماجہ“ ص: ۱۰۹، ”مشکوٰۃ“ ص: ۱۲۶، ”ابوداؤد“ ج: ۲، ص: ۱۰۰، ”الجامع الصغیر“ ص: ۵۱، ”صحیح ابن حبان“ ج: ۱، ص: ۳۱، ”بیہقی“

ج: ۳، ص: ۴۰، ”بلوغ المرام“ ص: ۴۰

جگہ کھڑے کھڑے دعا شروع نہی جائے تاکہ نماز جنازہ کے مشابہ نہ ہو۔

۵: ”مَنْ صَلَّى صَلَاةً فَرِيضَةً فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ.“

”جس نے فرض نماز پڑھی اس کی دعا مقبول ہے۔“ (۱)

لہذا نماز جنازہ فرض پڑھنے کے بعد جو دعا مانگی جائے ضرور مقبول ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

۶: ”سَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ أَنْ يُسْتَأَلَ.“

”اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔“ (۲)

لہذا جو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

۷: ”مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ.“

”جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔“ (۳)

پتہ چلا کہ جو شخص جنازے کے بعد دعا کر کے مغفرت نہ مانگے، رب تعالیٰ کا غضب لے کر آئیگا۔

۸: ”تَرَكُ الدُّعَاءِ مَعْصِيَةٌ.“

”دعا کو چھوڑنا گناہ ہے۔“ (۴)

لہذا بعد جنازہ دعا مانا جائے سمجھ کر چھوڑنا بھی سخت گناہ ہے۔

پر خار راہ برہنہ پاتشنہ آب دور

مولیٰ پڑی ہے آفت جا نکاہ لے خبر

۹: ”إِنَّ رَبَّكُمْ حَتَّىٰ تَكْرِيْمَ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ أَنْ يُرَدَّهُمَا صَفَرًا.“

”بے شک تمہارا رب بہت زیادہ حیا اور بخشش والا ہے۔ اپنے بندے سے حیا فرماتا ہے جب وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرے تو اس کے ہاتھ خالی

موڑ دے (کیونکہ اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسی ہے)۔“ (۵)

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا  
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بتایا تجھے حمد ہے خدایا

۱۰: حدیث قدسی میں ہے:

”وَإِنْ سَأَلْتَنِي لَا أُعْطِيَنَّكَ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لَا أُعِيذَنَّكَ.“

”(فرائض و نوافل کے ذریعے جو بندہ میرا مقرب بن جاتا

ہے) اگر وہ مجھ سے مانگے تو ضرور بر ضرور میں اس کا سوال پورا کروں گا

اور اگر مجھ سے (عذاب قبر و تکالیف دوزخ وغیرہ سے) پناہ مانگے تو میں

ضرور بر ضرور اسے پناہ دوں گا۔“

لہذا جنازے کے بعد بھی عذاب قبر و دوزخ سے بچنے کی دعا

کی جائے تو محبوب بندوں کی دعا بفضلہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی۔

بے ان کے واسطے کہ خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوں بے بصر کی ہے

۱۱: ”الدُّعَاءُ يُرَدُّ الْبَلَاءَ.“

”دعا بلا کو ٹال دیتی ہے۔“ (۶)

۱۲: ”إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ

عِبَادَ اللَّهِ بِالدُّعَاءِ.“

”بے شک دعا نفع دیتی ہے جو کچھ (تقدیر میں) اتر اور جو

کچھ ابھی نہیں اتر۔ پس اے اللہ کے بندو تم پر دعا کرنا لازم ہے۔“ (۷)

اللہ تعالیٰ کے بندے تو بعد نماز جنازہ میت کے نفع کیلئے دعا

کرتے ہیں لیکن نفس و دلو کے بندے دعا نہیں کرتے بلکہ روکتے ہیں۔

ایسے لوگ مردوں کے دشمن ہیں۔

۱۳: ”أَكْبَرُ مِنَ الدُّعَاءِ فَإِنَّ الدُّعَاءَ يُرَدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ.“

”دعا بکثرت مانگ کہ دعا تقدیر میرم کو ٹال دیتی ہے۔“ (۸)

۱: ”الجامع الصغير“ ج: ۲، ص: ۵۳۳

۲: ”ترمذی، مشکوٰۃ“ ص: ۱۹۵، ”کتاب الدعوات“ باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک: ۳۵۷، ص: ۸۱۲

۳: ”ابن ماجہ“ ص: ۲۸۰، ”ترمذی“ ج: ۲، ص: ۱۷۵، ”مشکوٰۃ“ ص: ۱۹۵

۴: ”کنوز الحقائق“

۵: ”ابوداؤد“ ج: ۱، ص: ۲۱۵، ”ابن ماجہ“ ص: ۲۸۳، ”مسندک“ ج: ۱، ص: ۵۳۵، ”ترمذی“ ج: ۲، ص: ۱۷۰، ”کتاب الاسماء والصفات“ ص: ۲۹

۶: ”کنز العمال“ ج: ۱، ص: ۱۲۷، ”مشکوٰۃ“ ص: ۱۹۵، ”تفسیر مظہری“ ج: ۸، ص: ۲۷۰

۷: ”الجامع الصغير“ ص: ۲۵۹

۸: ”کتاب الدعوات“ باب (من فتح له منکم باب الدعاء) ۳۵۲۸، ص: ۸۰۸، ”ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف“ ص: ۱۹۵

۸: ”الجامع الصغير“ ج: ۲، ص: ۸۱

لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن  
کون بجائے بچاتے یہ ہیں  
تقدیر تین قسم پر ہے:

۱: مبرم حقیقی:

کہ علم الہی میں کسی شے پر معلق نہیں۔ اس کی تبدیلی ناممکن ہے۔ اکابر محبوبان خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔

۲: معلق محض:

کہ صحف ملائکہ میں کسی شے پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے۔ اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے۔ ان کی دُعا سے، ان کی ہمت سے ٹل جاتی ہے۔

۳: معلق شبیہ بہ مبرم:

کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الہی میں تعلیق ہے اس تک خاص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کو فرماتے ہیں، میں قضائے مبرم کو رد کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں اسی کی نسبت ارشاد ہوا کہ دُعا قضائے مبرم کو نال دیتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قس سیرۃ العزیز کے صاحبزادوں حضرت محمد سعید و حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے استاذ و مکرم ملا طہار لاہوری پر حضرت مجدد قس سیرۃ العزیز کی اچانک نظر پڑی کہ ان کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے ”ہَذَا شَقِیٌّ“ یہ بد بخت ہے۔ یہی بات حضرت نے اپنے صاحبزادوں کو سنائی تو صاحبزادوں نے عرض کی، حضور دُعا فرمائیے ہمارے استاذ سعادت مندوں میں لکھے جائیں۔

حضرت مجدد قس سیرۃ العزیز فرماتے ہیں کہ ہم نے لوح محفوظ پر دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ ملا صاحب شقی ہیں اور یہ ہے بھی قضائے مبرم لیکن صاحبزادوں نے عرض کی کہ ہم تو اپنے استاذ و مکرم کی تقدیر بدلا کر چھوڑیں گے۔

چنانچہ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں:

”فَدَعَوْتُ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَقُلْتُ اللَّهُمَّ رَحِمْتُكَ

وَاسِعَةً فَضْلُكَ غَيْرُ مُقْتَصِرٍ عَلَى أَحَدٍ أَرْجُوكَ وَاسْتَلْكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَمِيمُ أَنْ تُجِيبَ دَعْوَتِي فِي مَحْوِ كِتَابِ الشَّقَاءِ مِنْ نَاصِيَةِ مُلَا طَاهِرٍ وَابْتَابَ السَّعَادَةِ مَكَانَهُ كَمَا أَحْبَبْتَ دَعْوَةَ السَّيِّدِ السَّنْدَرِجِيِّ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔“

”پس میں نے اللہ سبحانہ سے دُعا مانگی اور عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! تیری رحمت وسیع اور تیرا فضل ہر ایک پر بے پایاں ہے۔ تیرے فضل و کرم کی امید پر عرض کرتا ہوں کہ ملا طہار کی پیشانی پر شقاوت کی جگہ سعادت لکھ دے۔ میری یہ التجا قبول فرما جس طرح سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا قبول فرمائی۔“

فرماتے ہیں جب میں نے دُعا سے فراغت پائی تو ادھر لوح محفوظ سے اور ادھر ملا طہار کی پیشانی سے بد بخت کا لفظ مٹا کر سعادت کا لفظ لکھا جا رہا تھا۔ (۱)

ہم نماز جنازہ کے بعد مل کر میت کیلئے دُعا کرتے ہیں کہ اگر اس بیچارے بندے کی تقدیر بری ہے تو کسی نیک بندے کے صدقے اس کی نجات ہو جائے۔

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے  
محو اثبات کے دفتر پہ کڑوا تیرا  
اعتراض:

وہابی دیوبندی نجدی کہتے ہیں کہ جنازہ خود دُعا ہے اس کے بعد دُعا نہیں کرنی چاہئے۔

جواب:

مشکوٰۃ شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

”أَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ۔“

”یعنی افضل دُعا الحمد شریف ہے۔“ (۲)

تم نماز کے بعد دُعا کیوں مانگتے ہو؟ افضل دُعا تو نماز میں مانگ لی۔

۲: ”تفسیر مظہری“ سورہ رعد، ج: ۵، ص: ۲۴۶

۳: ”مشکوٰۃ شریف“ ص: ۲۰۱



# نفاق کی چند علامتیں

علامہ خالہ محمود قادری

کے کافر ہیں۔ اور جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں رہیں گے۔  
۴: یہ جو ایسا بے حیا تو نہ ہو، مگر اس کا قال، حال کے مطابق نہ ہو  
زبان سے کچھ ہے اور دل میں کچھ رکھے۔ اس قسم کا نفاق بھی منافقین کا  
طریقہ ہے۔ جو صداقتِ ایمان سے بالکل خالی ہے۔ کیونکہ کوئی معمولی  
سمجھدار بھی اس کو اچھا نہیں جانتا۔

نیز حدیثِ پاک میں بعض گناہوں کو بھی نفاق کہا گیا ہے  
جیسے کہ روایات میں آتا ہے کہ منافق میں چند علامات ہیں:  
۱: جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔  
۲: کسی سے لڑے تو گالیاں دے۔  
۳: وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔  
۴: کسی کی امانت رکھے تو خیانت کرے۔  
یہ عملی نفاق ہے نہ کہ اعتقادی، اور یہ منافقین کے کام ہیں۔

(”بحوالہ تفسیر نعیمی“ ج: ۱، پ: ۱، ص: ۱۳۱)

**خَصْلَتَان لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ:**  
منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہاں منافق سے  
مراد منافقِ اعتقادی ہے نہ کہ عملی۔ یعنی دل کا کافر، زبان کا مومن۔  
بعض نے کہا کہ یہاں منافق سے مراد منافقِ اعتقادی اور عملی دونوں  
ہیں۔

”لَا يَجْتَمِعَانِ بَأَن تَكُونُ فِيهِ وَاحِدَةٌ دُونَ الْآخَرَى  
أَوْ لَا يَكُونَا فِيهِ بَأَن لَا تَوْجَدَ وَاحِدَةٌ مِّنْهُمَا فِيهِ.“  
”دو خصلتوں کے جمع نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایک پائی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط  
”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ،  
حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقَّةٌ فِي الدِّينِ.“

(”ترمذی“ مشکوٰۃ المصابیح “کتاب العلم، ص: ۳۴)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے  
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دو  
خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں، اچھے اخلاق اور نہ دینی فقہ و علم۔“  
**منافق:**

یہ لفظ نفاق سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں علیحدہ ہونا چونکہ  
ان کا دل و زبان علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اس لئے انہیں منافق کہا جاتا ہے۔  
نفاق کی چند قسمیں ہیں:

۱: یہ کہ زبان سے ایمان ظاہر کرے مگر دل میں ایمان کا صاف  
منکر ہو۔  
۲: یہ کہ زبان سے ایمان ظاہر کرے مگر دل میں صاف منکر نہ  
ہو مذہب ہو۔

۳: یہ کہ زبان سے اسلام کا اقرار کرے اور دل میں تصدیق  
بھی ہو۔ مگر دنیا کی محبت اس پر ایسی غالب ہو کہ دنیاوی نفع کو ایمان پر  
مقدم سمجھتا ہو۔ دنیا کے لئے لشکرِ اسلام کا مقابلہ اور اہل اسلام کی بربادی  
اور دین کی مذمت اس کے نزدیک کچھ مشکل نہ ہو۔ جو کافر چاہے چند  
پیسے دیکر اس سے ہر برا بھلا کام کرائے۔ یہ تینوں قسم کے لوگ سخت قسم

جائے گی جب کہ دوسری نہ پائی جائے گی۔ یا یہ کہ دونوں ہی نہیں پائی جائیں گی۔“

### وَحُسْنُ سَمْتٍ:

ان دو خصلتوں میں سے پہلی ”حُسْنُ سَمْتٍ“ ہے۔ ”حُسْنُ سَمْتٍ“، اُنْیْ خُلُقِیْ وَ سِیرَةِ وَ طَرِیقَةِ۔  
یعنی اچھے اخلاق، سیرت اور طریقہ کو ”حُسْنُ سَمْتٍ“ کہا جاتا ہے۔

”قَالَ الطَّبِیْبُ هُوَ التَّزَيُّ بِزِيِّ الصَّالِحِينَ.“  
”نیک لوگوں کی عادات کو اپنانا“ حُسْنُ سَمْتٍ“ کہا جاتا ہے۔

”قَالَ مِيرُكَ السَّمْتُ بِمَعْنَى الطَّرِيقِ أَغْنَى الْقَصْدُ.“  
”اچھے مقصد کو ”حُسْنُ سَمْتٍ“ کہا جاتا ہے۔“  
”قِيلَ الْمَرَادُ هَيْئَةُ أَهْلِ الْخَيْرِ.“  
”نیک لوگوں کی صورت اختیار کرنے کو ”حُسْنُ سَمْتٍ“ کہا جاتا ہے۔

اور سب سے بہتر وہ قول ہے جس کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے اختیار کیا ہے:

”إِنَّهُ تَحَرَّى طُرُقَ الْخَيْرِ وَ التَّزَيُّ بِزِيِّ الصَّالِحِينَ  
مَعَ التَّنْزُّهِ عَنِ الْمَعَاصِي الظَّاهِرَةِ وَ الْبَاطِنَةِ.“

”حُسْنُ سَمْتٍ“ نیکی اور اچھائی کے راستوں کی تلاش کرنے اور نیک لوگوں کی سیرت اپنانے کیساتھ ساتھ تمام ظاہری اور باطنی عیوب سے بچنے کو کہتے ہیں۔“

(”مرقاۃ“ شرح مشکوٰۃ ج: ۱، ص: ۲۸۵)

### فَقْهٌ فِي الدِّينِ:

”حَقِيقَةُ الْفَقْهِ فِي الدِّينِ مَا وَقَعَ فِي الْقَلْبِ ثُمَّ ظَهَرَ عَلَى اللِّسَانِ فَأَفَادَ الْعَمَلَ وَأَوْرَثَ الْخَشْيَةَ وَ التَّقْوَى.“  
”فَقْهٌ فِي الدِّينِ“ اس علم کو کہتے ہیں جو دل میں اثر کرے پھر زبان پر ظاہر ہو تو عمل کا فائدہ دے اور خوفِ خدا اور پرہیزگاری

کاسب بنے۔“

”وَأَمَّا الَّذِي يُتَدَارَسُ أَبُوَابَا مِنْهُ لِيَتَعَزَّزَ وَيَتَأَكَّلَ بِهِ فَإِنَّهُ بِمَعْزُولٍ عَنِ الرُّتْبَةِ الْعُظْمَى لِأَنَّ الْفَقْهَ تَعَلَّقَ بِلِسَانِهِ ذُوْنَ قَلْبِهِ.“

”لیکن علم کے وہ ابواب جن کو اس لئے پڑھا جائے تاکہ ان کے ذریعے عزت حاصل کی جائے یا روزی کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے تو ایسا علم بڑے رتبے کا سبب نہیں بنتا کیونکہ یہ علم صرف زبان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، دل کیساتھ نہیں۔“

(”خلاصہ کلام“ ”حُسْنُ سَمْتٍ“ سے مراد اخلاق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور دینی فقہ سے دین کی سچی سمجھ اور صحیح علم دین مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نفاق کیساتھ دینی اخلاق جمع ہوتے ہیں نہ دینی علم۔ منافق اسلامی اخلاق سے بھی محروم اور دین سے بھی۔“)

”منافق میں یہ دونوں خصلتیں کیوں نہیں جمع ہو سکتیں“

منافق میں دونوں صفیں یعنی اچھے اخلاق اور دینی علم یہ اس لئے جمع نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ انکے حصول کے لئے قوتِ علمیہ اور قوتِ عملیہ درکار ہیں جو کہ صفاتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی فرماتے ہیں:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَصَفَ مَا يَرْجِعُ إِلَى قُوَّتِهِ النَّظَرِيَّةِ بِأَنَّهُ عَظِيمٌ فَقَالَ ”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا“. (”النساء“: ۱۱۳)

وَوَصَفَ مَا يَرْجِعُ إِلَى قُوَّتِهِ الْعَمَلِيَّةِ بِأَنَّهُ عَظِيمٌ فَقَالَ ”وَأَنْتَ لَعَلَى خُلُقِي عَظِيمٌ، فَلَمْ يَبْقَ لِلْإِنْسَانِ بَعْدَهَا تَيْنِ الْقُوَّتَيْنِ شَيْءٌ.“

انسان کو خلق دو قوتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ قوتِ علمیہ اور قوتِ عملیہ۔ آپ کی قوتِ علمیہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمادیا اور یہ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اور قوتِ عملیہ کے متعلق فرمایا ”آپ کا خلق عظیم ہے۔ لہذا انسان کیلئے (یہ دونوں قوتیں لازم ٹھہریں اور انکے علاوہ) کوئی قوت باقی نہ رہی۔“

اور ان دو قوتوں کی تکمیل کے بعد انسان کو کسی اور قوت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص انسانی کمال حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ علمیہ (دینی علوم) اور عملیہ (احکامِ شرعیہ و اخلاقِ حسنہ) کیساتھ متصف ہونا چاہئے تبھی وہ انسانی کمال تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

الغرض اچھے اخلاق اور دینی علم نور ہیں یہ ظلمت یعنی نفاق کیساتھ کیسے جمع ہو جائیں؟

امام شافعی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

”فَإِنَّ الْعِلْمَ نُورٌ مِّنْ إِلَهِ، وَإِنَّ النُّورَ لَا يُعْطَى لِعَاصٍ.“

علم و اخلاق بقدر تقویٰ ملتے ہیں، گندے گھر میں بادشاہ نہیں آتا، اور گندے دل میں حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق اور حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نہیں سماتے۔

مندرجہ بالا حدیث مبارک میں مسلمانوں کیلئے تنبیہ بھی ہے کہ تمہارے لئے اخلاقِ حسنہ اور علمِ دین کیساتھ مزین ہونا ضروری ہے کیونکہ ان سے محروم ہونا نری منافقت ہے۔ غالباً یہ اخلاقِ نبوی علی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور علمِ دین سے دوری ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی تنزلی کے ایسے شکار ہیں جن میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ گھر کی سوئی سے لیکر مسجد کے گندے، بدبودار لوٹے اور ٹل تک محفوظ نہیں۔ خاندانی شہری، ملکی سطح تک ہر لحاظ سے تنزلی کے اندر گرفتار ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کی تعداد اربوں میں ہے۔ ایک وہ بھی وقت تھا جبکہ صحابہ کرام علیہم السَّلَام نے علم و اخلاقِ نبوی کے ساتھ آراستہ بالکل مختصر تعداد میں ہونے کے باوجود دنیا پر حکمرانی کی۔

ان کے جو غلام رہے دنیا کے امام رہے  
ان سے پھرے، جہاں پھرا آئی کمی وقار میں

اخلاقِ حسنہ کی فضیلت میں چند احادیث:

۱: ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا.“ (”مشکوٰۃ المصابیح“ ص: ۳۳۱)

”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بے شک تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے۔“

۲: ”وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.“ (”مشکوٰۃ المصابیح“ ص: ۳۳۱)

”اور انہی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے مجھے سب سے زیادہ پسند وہ شخص ہے کہ اخلاق کے اعتبار تم میں سے سب سے زیادہ اچھا ہے۔“

۳: ”عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَثْقَلَ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ.“ (حوالہ مذکورہ)

”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا! کہ سب سے زیادہ بھاری چیز جو اعمال کو تولے جانے کے وقت مومن کے ترازو میں رکھی جائے گی وہ اچھے اخلاق ہیں۔“

۴: ”عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةً قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ.“

(”رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ“ ص: ۳۳۲)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک مومن اپنے اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے راتوں کو قیام



کرنے والے اور دن کو روزے رکھنے والے (عبادات گزار) کے درجہ کو پالیتا ہے۔“

مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھا ہے۔

**علم دین کی فضیلت میں چند احادیث:**

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ دمشق (شام) کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آکر کہنے لگا اے ابو الدرداء میں مدینہ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث پاک کیلئے آپ کے پاس آیا ہوں جو مجھے پہنچی ہے کہ آپ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں میں کسی اور ضرورت کیلئے نہیں آیا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنَحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْجِبَّتَانِ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَبْطٍ وَافِرٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ الزُّرْمَذِيُّ، أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهَ وَالدَّارِمِيُّ وَسَمَاءُ التِّرْمِذِيُّ قَيْسُ بْنُ كَثِيرٍ.“

”کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت کی راہوں سے کوئی راہ چلائے گا۔ اور بیشک فرشتے طالب علم کی رضا کیلئے پر بچھاتے ہیں۔ یقیناً عالم کیلئے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر، اور علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ پیغمبروں

نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا، انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اسے پورا حصہ لیا۔ اسے ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ترمذی نے ان کا نام قیس ابن کثیر بتایا۔“

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ الْأَمِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.“

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم ہو جاتے ہیں سوائے اعمال کے ایک دائمی خیرات یا وہ علم جس سے نفع پہنچتا رہے یا وہ نیک بچہ جو اسکے لئے دعا خیر کرتا رہے۔“

”مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يَسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ.“

”جو تلاش علم میں کوئی راستہ طے کرے تو اسکی برکت سے اللہ اس جنت کا راستہ آسان کر دیگا اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کیلئے جمع نہیں ہوئی مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے جیسے عمل پیچھے کر دے اسے سب نہیں بڑھا سکتا۔“

(مشکوٰۃ)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

# کادالافتا

اشرف العلماء والمشائخ مفتی  
محمد اشرف القادری  
محکم دشت نیک آبادی

نزدیک حرام ہے یا مکروہ۔ شرعی اصول و ضوابط میں دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

”وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ.“

(”سورة الاعراف“ ۱۵۷)

”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور خبیث چیزیں حرام فرماتے ہیں۔“  
اس سے شرعی ضابطہ معلوم ہوا کہ ”خبائث“ حرام و ممنوع ہیں۔

”الْخَبَائِثُ“ کا معنی ہے ”مَا تَسْتَحِبُّهُ الطَّبَاغُ السَّلِيمَةُ“

(”بدائع الصنائع“ کتاب الذبائح والصيد، ۱۹۰/۴)

”جن چیزوں کو طبیعت سلیمہ خبیث سمجھتے ہوئے اُن سے نفرت کرے۔“

حدیث مبارک میں ہے کہ ”سیہ“ (قنفذ) کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبائث میں شمار فرمایا ہے۔

چنانچہ عبدالعزیز ابن محمد، عیسیٰ بن تمیملہ سے اور وہ اپنے والد گرامی تمیملہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فُسِّلَ عَنْ أَكْلِ الْقُنْفُذِ فَتَلَى

قُلْ لَا أَجِدُ فِيْمَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا إِلَّا يَهُ قَالَ قَالَ شَيْخٌ عِنْدَهُ

سَمِعْتُ أَبَاهُ رِيْرَةً يَقُولُ ذِكْرٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَأَلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَبِيْثَةٌ مِّنَ الْخَبَائِثِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنْ كَانَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَذَا فَهُوَ كَمَا قَالَ مَا لَمْ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

”سیہ“ حلال ہے یا حرام؟

الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ”سیہ“ جس کی کھال پر بالوں کی بجائے لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں وہ حلال ہے یا حرام؟ یہاں زید نامی آدمی جس کا تعلق مجاہدین سے ہے نے ”سیہ“ کو پکڑنے کیلئے پھاہی لگائی ”سیہ“ اس میں پھنس گئی لوگ اسے مارنے لگے تو اس نے شور مچا دیا کہ خبردار اسے نہ مارنا اسے ذبح کر کے کھائیں گے۔ یہ حلال جانور ہے جو اسے حرام کہے وہ کافر ہے بعد ازاں اس نے ”سیہ“ کو ذبح کر کے چند آدمیوں میں گوشت تقسیم کیا اور باقی ماندہ گوشت اپنے گھر لے گیا اور پکا کر کھایا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ:

۱: ”سیہ“ حلال ہے یا حرام؟

۲: اور اسے حرام کہنے والا واقعی کافر ہو جاتا ہے اگر نہیں تو زید کے اس قول کا حکم شرعی کیا ہے کہ جو اسے حرام کہے وہ کافر ہے؟

السائل:

صوبیدار محمد شریف

بمقام نالی، برنالہ، بھمبر، آزاد کشمیر

بِعَوْنِ الْعَلَامِ الْمُنْعَمِ الْوَهَّابِ

الجواب

”سیہ“ جسے عربی میں قنفذ اور فارسی میں خارپشت کہا جاتا ہے۔ شرعی اصول و ضوابط کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جمہور فقہاء امت کے

نَدْوِ

(”سنن ابی داؤد“ کتاب الاطعمه، باب فی اکل حشرات الارض، ۱۷۶۲، مکتبہ امدادیہ)

”میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا تو آپ سے ”سیہ“ کے کھانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ”قرآن مجید“ کی یہ آیت کریمہ تلاوت کی ”قُلْ لَا أَحَدٌ فِيمَا أَوْجَسِي“ یعنی اس کے بارے میں ”قرآن مجید“ میں کوئی واضح حکم نہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک بوڑھے شخص بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ”سیہ“ کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ خبیث (قابل نفرت) چیزوں میں سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو پھر وہ ویسے ہی ہے جیسے آپ نے فرمایا یعنی وہ خبیث ہی ہے۔ اسکے بارے میں ہمیں معلوم نہیں تھا۔“

غیر مقلدین وہابیہ کے امام و پیشوا نواب وحید الزمان حیدر آبادی اپنی فقہی کتاب ”نزل الابرار من فقہ نبی المختار“ میں لکھتے ہیں:

”قَالَ الْحَنَابِلَةُ يُحَرِّمُ أَيْضًا مَا يَكُلُّ الْجَبِفَ كَرَحْمٍ وَقَاقٍ (عَقَقَى) وَلَقَلَقَى وَغَرَابٍ..... وَهَذِهِ وَخَطَافٍ وَقَنْفَذٍ.“ (”کتاب الذبائح والاطعمه والصيد“ ۸۰/۳)

”حنابلہ نے کہا مردار کھانے والے جانور بھی حرام ہیں جیسے گدھ، قاق جسے عقق بھی کہتے ہیں اور لقلق اور کوا..... اور ایسے ہی ہدہ اور خطاف (شکاری پرندہ) اور ”سیہ“ بھی حرام ہے۔“

آگے چل کر لکھتے ہیں:

”قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَحْمَدُ حَرَامٌ.“

(”نزل الابرار من فقہ نبی المختار، کتاب الذبائح والاطعمه والصيد، ۸۲/۳)

”امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہما کے نزدیک حرام ہے۔“

قابل ذکر بات یہ ہے کہ نواب وحید الزمان صاحب اپنی مایہ ناز تصنیف ”نزل الابرار من فقہ نبی المختار“ میں لکھتے ہیں:

”قَالَ إِمَامُنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ.“

(”نزل الابرار الخ“ کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، ۶۰/۱)

”ہمارے امام، امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔“

گویا نواب صاحب اپنے ہم نوا غیر مقلدین حضرات کو دعوت فکرو دے رہے ہیں کہ کسی عامی مسلمان کیلئے بغیر تقلید کے چارہ کار نہیں، اور ہم غیر مقلدین وہابیہ ضرورتاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کرتے ہیں۔ اور انہیں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔

نواب وحید الزمان حیدر آبادی غیر مقلدین وہابیہ کے امام و پیشوا ہیں انہوں نے قنفذ (سیہ) کے بارے میں حلت کا قول نہ کیا بلکہ حنابلہ کا موقف بلکہ صراحتاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف کہ قنفذ (سیہ) حرام ہے بیان کر کے اس موقف کی تائید کر دی۔ ”سیہ“ اگر ان کے نزدیک حلال ہوتی تو ضرور اس کی حلت بیان کرتے کیونکہ یہ مقام تھا حلال و حرام چیزوں کے بیان کا اور کتاب بھی فقہ کی تھی نواب وحید الزمان کا اپنا الگ موقف بیان نہ کرنا اور حنابلہ کا حرمت کا قول ذکر کر دینا اور کتاب مذکورہ کے حصہ اوّل میں امام احمد بن حنبل کو اپنا امام تسلیم کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ غیر مقلدین وہابیہ کے امام و پیشوا نواب وحید الزمان حیدر آبادی کے نزدیک بھی قنفذ (سیہ) حرام ہے اس لئے کہ وہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اور ”سیہ“ کے بارے میں واضح طور پر ان کا موقف تحریر کرتے ہیں کہ اُن کے نزدیک ”سیہ“ حرام ہے تو اس سے ”سیہ“ کے بارے میں خود غیر مقلدین وہابیہ کا موقف بھی سامنے آ گیا کہ ”سیہ“ حرام ہے۔ اب خود ان کا فتویٰ انکے اپنے ہی کام آیا کہ ”سیہ“ کو حرام کہنے والے کافر ہیں تو گویا کہہ رہے ہیں کہ غیر اکابرین مقلدین کافر ہیں کہ وہ ”سیہ“ کو حرام مانتے ہیں:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں  
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا



اب جب کہ حدیث مبارکہ میں بھی آگیا کہ خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قنفذ (سیہ) کو خبیث جانوروں میں شمار فرمایا ہے فطرتِ سلیمہ بھی اسے خبیث جانتی ہے۔ اور تو اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہیں غیر مقلدین حضرات اپنا امام تسلیم کرتے ہیں بھی اسے حرام کہہ رہے ہیں غیر مقلدین وہابیہ کے امام و پیشوا نواب وحید الزمان صاحب نے بھی حرمت کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔ اس کے باوجود جو اسے خواہ مخواہ حلال قرار دینے کے لئے زور دے رہے ہیں وہ سمجھ لیں کہ خود ان کی طبیعتوں میں خباثت رچی بسی ہے اور خبیث طبیعتیں خباثت کی طرف ہی مائل ہوا کرتی ہیں۔ کوالاکھ سیانا سہی بیٹھتا گندگی پر ہی ہے۔

پھر ”سیہ“ کا شمار حشرات الارض میں ہوتا ہے اور حشرات الارض کے بارے میں سردار وہابیہ نواب صاحب لکھتے ہیں:

”يُحَرَّمُ حَشَرَاتُ الْأَرْضِ كَالْفَارِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَقَالَ مَالِكٌ بِكَرَاهِيَةِ قُلْتُ لَا ذَلِيلَ عَلَى تَحْرِيمِ حَشَرَاتِ الْأَرْضِ إِلَّا أَنْ يُسْتَدْلَ بِقَوْلِهِ: ”وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ“ فَمَنْ يَسْتَنْجِيهَا فَلَا يَأْكُلُهَا“

(”نزل الابرار، من فقه نبی المختار، کتاب الذبائح الخ، ۸۲/۳)

”امام اعظم، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک حشرات الارض حرام ہیں جیسے چوہا، اور امام مالک فرماتے ہیں کہ حشرات الارض مکروہ ہیں۔ نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں: ”حشرات الارض کے حرام ہونے پر اور کوئی دلیل نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس فرمان پاک کہ ”وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ“ سے دلیل لی جائے تو جو شخص حشرات الارض کو خبیث سمجھتا ہو تو وہ انہیں نہ کھائے۔“

جب خود غیر مقلدین وہابیہ کے امام و پیشوا نواب وحید الزمان حیدر آبادی کے نزدیک بھی ”سیہ“ کی حلت قطعاً منصوص نہیں لہذا اسے حرام کہنے والے کو کافر کہنا یا کافر قرار دینا بلاوجہ اور بلا دلیل ہے جو ہرگز ہرگز جائز نہیں بلکہ ایسا کہنے والا بفرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود کافر ہو جائے گا۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”أَيُّمَا أَمْرٍ قَالَا لَا يَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهِمَا أَحَدُهُمَا فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَا وَالْأَرْضُ جَعَتْ عَلَيْهِ ط“

(”بخاری“ کتاب الادب باب من اكفرا خاه بغیر قایل، ۹۰۱/۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

”جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک کفر کے ساتھ لوٹے گا (دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہوگا) اگر وہ واقعی کافر تھا تو ٹھیک ورنہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔“

جن لوگوں نے ”سیہ“ کو حلال کہنے میں اس قدر مبالغہ کیا کہ حرام کہنے والوں کو کافر ہی قرار دے دیا۔ ان سے کہو قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ ”سیہ“ کو حرام کہنے والا کافر ہے؟

”هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“

”اپنے موقف پر کوئی دلیل قطعی تولاؤ اگر تم سچے ہو۔“

لیکن سبھی مل بیٹھیں اور ایڑی چوٹی کا روز لگائیں کوئی دلیل قطعی پیش نہ کر سکیں گے۔

لہذا مسلمانوں کو بغیر دلیل کافر کہنے والے بفرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود کافر ہیں۔ بشرطیکہ قبل ازیں ان کا مسلمان ہونا ثابت ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ کتبہ نائب مفتی

مفتی محمد عبدالسلام ہاشمی

الجواب صحیح

رئیس دارالافتاء

المفتی محمد اشرف القادری

(”الجامعة الاشرفية“ محلہ علی مسجد مرکزی، گجرات)

# وفات کے پیکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مولانا نواب بن

بھی تشریف فرما تھے۔ اُن دنوں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کا بہت تھوڑا تذکرہ ہو چلا تھا میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف بغور دیکھنا شروع کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

”اے عثمان! کیا بات ہے؟“

میں نے عرض کیا:

”میں شام سے حال ہی میں آیا ہوں۔ ہم لوگ مُعان اور

الزرقا کے درمیان سو رہے تھے کہ ایک منادی ہمیں پکارنے لگا کہ اے سونے والو جلدی ہو! کی طرح چلو، کیونکہ احمد مکے میں آگئے ہیں جن کی خبر پہلے انبیاء دیتے آئے ہیں۔ یہاں آکر ہم نے دیکھا کہ لوگ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کس قدر افترا پرداز کر رہے ہیں حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہم لوگوں میں کتنا مرتبہ ہے۔“

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواب میں بلند آواز میں ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ“ کہا (خدا گواہ ہے میں یہ سُن کر کانپ گیا) پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں مشرف باسلام ہو گیا۔

جب میرے چچا حکم بن ابوالعاص بن اُمیہ کو پتہ چلا تو انہوں نے مجھے پکڑ کر رسیوں میں باندھ دیا اور کہا کہ تو اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا۔ خدا کی قسم میں تجھے بندھا رہنے دوں گا۔ کھولوں گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

خلیفہ ثالث صہر النبی (۱) امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جا ملتا ہے۔ آپ کی نانی اُمّ بیضا بنت عبدالمطلب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حقیقی پھوپھی اور حضرت عبداللہ کی جوڑویں بہن تھیں۔ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور اُمّ کلثوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یکے بعد دیگرے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجیت میں آئیں۔ اسی لئے آپ کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دل کے بہت سختی تھے۔ مدینہ منورہ میں بیررومہ کو تیس ہزار میں خرید کر وقف کر دیا تھا۔ غزوہ تبوک میں ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے مع سامان اور ایک ہزار دینار بطور چندہ دیا۔ اسی لئے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو غنی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مردوں میں چوتھے مسلمان۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یکم محرم ۲۳ھ کو خلیفہ بنے اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ ۱۲ دن کم ۱۲ سال منصبِ خلافت پر سرفراز رہنے کے بعد ۸۲ سال کی عمر میں شہادت پائی۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اسلام لانے کا قصہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود فرماتے ہیں کہ میں خالہ اروی بنت عبدالمطلب کے یہاں ان کی عیادت کو گیا وہاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ا: ارقم الحروف نے بعنوان ”وفا کے پیکر“ جو سلسلہ تحریر شروع کیا ہے اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے جانثاروں نے اسلام کی خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائیں جب کہیں جا کر ہم تک اسلام کی دولت پہنچی ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے۔

نہیں جب تک کہ تو اس دین کو چھوڑ نہ دے گا۔

جواباً کہا کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی اس دین کو چھوڑنے والا نہیں۔“ (طبقات ابن سعد)

چنانچہ مجھ پر آلام و مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ اکثر کھجور کی صف میں لپیٹ کر دھویں کی دھونی دی جاتی۔ جس سے سانس بند ہو جاتا اور قریب المرگ ہو جاتا۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک رہا تو نبوت کے پانچویں سال حضور ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا۔

چنانچہ میں نے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اور باقی ۱۶ مہاجرین کیساتھ ہجرت کی۔ وہاں چند دن سکون سے گزرے تھے کہ وہاں یہ افواہ پھیلی کہ مکہ کے کفار نے حضور ﷺ کو قتل کر دیا ہے تو صلح کر لی ہے تو ہم حبشہ سے مکہ چل دیے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ صلح کی خبر جھوٹی تھی۔

چنانچہ دوبارہ بہت سے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ ہی کو ہجرت کی۔

نبوت کے تیرھویں سال بحکم خداوندی جب مدینہ منورہ کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ نے بھی مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ مدنی زندگی میں آپ نے سوائے بدر کے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ غزوہ بدر کے موقع پر آپ بحکم نبی کریم ﷺ اپنی بیوی حضرت رقیہ بنت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کیلئے مدینہ منورہ رہ گئے۔ جس روز فتح بدر کی خوش خبری مدینہ پہنچی تو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنازہ چار ہاتھ تھا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصائب کی کہانی یہاں پر ختم نہیں ہوتی۔ جب آپ کو منصب خلافت دیا گیا تو شروع کے چھ سال تو بہت سکون سے گزرے اور آپ کی خلافت میں فتوحات میں بہت وسعت ہوئی۔ مشرق میں خراسان، ماوراءالنہر، ترکستان، سندھ، کابل، مغرب میں اسکندریہ، مراکش، تیونس، طرابلس وغیرہ سلطنت

اسلامیہ میں شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ جزائر قبرص، کریٹ اور مالٹا بھی فتح ہوئے۔

چنانچہ ان فتوحات کو دیکھ کر ایک متعصب یہودی عبداللہ بن سبا کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے بظاہر اسلام قبول کر کے ریشہ دو انیاں شروع کر دیں۔ اُس نے رُجہ کا مسئلہ گھڑا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح حضور ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور اس کے بعد کہنے لگا کہ گزشتہ زمانے میں ایک ہزار پیغمبر ایسے ہیں جن میں ہر ایک کا ایک وصی ہوتا اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا حق غصب کر کے دوسروں نے لے لیا ہے اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خلافت پر ناحق قبضہ کر لیا ہے اور بظاہر اس نے حُب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حُب اہل بیت کو خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درہم برہم کرنے کیلئے ایک ذریعہ بنایا۔

چنانچہ سادہ لوح مسلمان اس کو دام فریب میں آگئے۔ اس کی یہ تحریک مصر، بصرہ اور کوفہ میں کامیاب ہوئی۔

چنانچہ یہاں کے لوگوں نے آپ کے خلافت سے ہٹانے کیلئے آپ پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ جب آپ نے اُن کو جمع کر کے پوچھا کہ تم لوگوں کو میری خلافت پر کیا اعتراض ہے؟ ایک نے کہا تم اپنے رشتہ داروں کو ناجائز طور پر مال دیتے ہوئے مثلاً عبداللہ بن سعد وائی مصر کو آپ نے تمام مال غنیمت بخش دیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اُسے مال غنیمت میں سے صرف پانچواں حصہ دیا ہے جس کی مثال خلافت صدیقی و فاروقی میں موجود ہے۔

اس کے بعد ایک شخص اٹھا اُس نے کہا کہ تم نے اپنے عزیز واقارب کو امارتیں اور حکومتیں دے رکھی ہیں۔ مثلاً معاویہ کو ملک شام کا امیر بنایا۔ بصرے کی امارت سے ابوموسیٰ اشعری کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو امیر بنایا۔ کوفے کی امارت سے مغیرہ بن شعبہ کو جد اکر کے ولید بن عتبہ کو اس کے بعد سعید بن العاص کو امیر بنایا۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو میں نے امارتیں دے رکھی ہیں وہ میرے عزیز واقارب نہیں اور وہ اپنے عہدوں پر اپنے

کام بحسن و خوبی انجام دینے کے اہل ہیں۔ اگر وہ آپ کو منظور نہیں تو اُن کی جگہ دوسروں کو مقرر کرنے کو تیار ہوں۔

ایک نے کہا عبداللہ بن عامر ایک نوجوان شخص ہے اسے کیوں والی بنایا۔

آپ نے فرمایا یہ فرسٹ دین داری میں قابل ہے۔ محض جوان ہونا عیب نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید کو جو صرف ۷ سالہ تھے امیر بنایا تھا۔

اس کے بعد ایک شخص اٹھا اور کہا کہ تم اپنے کلبے والوں کو بڑے بڑے عطیات دیتے ہو۔

فرمایا:

”اہل خانہ سے محبت ہونا گناہ نہیں۔ اُن کو عطیات بیت المال سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ بیت المال سے تو میں نے اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی تک نہیں لی۔“

ایک اور شخص نے کہا تم نے چراگاہ کو اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

فرمایا:

”میں جب خلیفہ ہوا تھا تو مدینہ میں مجھ سے زیادہ نہ کسی کے اونٹ تھے نہ بکریاں لیکن آج کل میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں جو حج کی سواری کیلئے رکھ لئے ہیں۔ میں تو اُن کو چرائی پر بھیجتا۔ البتہ بیت المال کے اونٹوں کی چراگاہ ضرور مخصوص ہے جو پہلے سے مخصوص چلی آرہی ہے۔“

ایک نے کہا تم نے حج کے موقع پر منیٰ میں پوری نمازیں کیوں پڑھیں قصر کیوں نہیں کیں؟

فرمایا:

میرے اہل و عیال مکہ میں مقیم تھے لہذا میرے لئے نماز قصر نہ کرنا جائز ہے۔ اس پر تو سب خاموش ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنہیں شرم دلائی اور واپس لوٹا دیا۔

اب عبداللہ بن سبا یہودی نے صرف مصر کو سازش کیلئے منتخب کیا۔ وہاں کے خلیفہ عبداللہ بن سعد کے خلاف اس قدر پروپیگنڈہ کیا

کہ لوگ ان کو کسی قیمت پر وہاں کا گورنر بننے کے حق میں نہ تھے۔

چنانچہ اُن کے خلاف بصرہ و کوفہ میں بھی پروپیگنڈہ مہم چلائی گئی اور ایک وفد دوبارہ مدینہ منورہ پہنچا کہ ہم مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد کی جگہ اس شخص محمد ابن ابی بکر کو وہاں کا گورنر چاہتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے عبداللہ بن سعد کو مصر کی امارت سے معزولی کا پروانہ لکھ دیا اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو گورنری کے احکام دے دیئے۔ ادھر مروان نے عبداللہ بن سعد کے نام ایک پروانہ لکھ کر بھیجا جس پر حضرت عثمان کی مہر لگا دی کہ محمد بن ابی بکر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دو۔ مروان پلید کا یہی رقعہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا باعث بنا۔

یاد رہے کہ مروان مذکور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چچا زاد بھائی تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مروان اور اُس کے باپ حکم کو مدینہ سے بوجہ شرارتوں کے شہر بدر کر دیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے اپنے عہد خلافت میں ان باپ بیٹوں کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیا تھا۔ لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے مروان شریف کو مدینہ میں بلالیا اور اپنا میر منشی بنالیا۔ اہل مدینہ اس کی تقرری پر ناراض تھے یہی وہ پلید اور بد بخت انسان ہے جس نے گورنر مدینہ کو مشورہ دیا تھا کہ اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت نہیں کرتے تو اُنہیں قتل کر دو۔ اور یہ خبیث حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سر بازار گالیاں دیا کرتا اور معاویہ بن یزید کے بعد یہی تخت یزید پر بیٹھا تھا۔

یاد رہے کہ اگر عبداللہ بن سبا یہودی، مروان بن حکم اور عبداللہ بن ابی بن سلول نہ ہوتے تو اسلام میں کوئی رخنہ نہ پڑتا اور کوئی فرقہ بندی نہ ہوتی۔ عبداللہ بن سبا رافضیت کے فروغ کا باعث بنا۔ مروان بن حکم خارجیت اور ناصیت کے فروغ کا اور رئیس المنافقین و ہابیت کا باعث بنا۔

آمد م برسر مطلب:

اتفاق سے راستے میں مروان کے ایلچی سے وہ پروانہ پکڑا گیا جس میں محمد بن ابی بکر اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا حکم تھا۔

چنانچہ وہ قافلہ معہ ایلچی مذکور کے واپس مدینہ منورہ آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے درپے ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واللہ یہ تم لوگوں کی سازش ہے اور تمہاری نیک نیتی نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا خیر کچھ بھی ہو اس خلیفہ کو قتل کرنا ضروری ہے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تیس دن تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے، اب انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھنی چھوڑ دیں۔ اور لوگوں کو بھی روک دیا اور اس دوران بلویوں نے آپ کا گھر سے نکلنا اور پانی بھی بند کر دیا جس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت تکالیف اٹھانی پڑیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ چند اور صحابہ کرام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ ہمیں حکم دیں ہم ان سے لڑائی کر کے انہیں یہاں سے ہٹا دیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ اس حرم نبوی کی گلیوں میں مسلمانوں کا خون بہے۔

چنانچہ انہوں نے حسین کریمین، ابن زبیر اور ابن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے دروازے پر کھڑا کر دیا کہ کوئی باغی آپ کے گھر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ اس دوران باغیوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستعفی ہو جائیں تو محاصرہ ختم ہو سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں وہ خلافت کی قمیض نہیں اتار سکتا جس کے نہ اتارنے کے لئے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے۔

تو پھر انہوں نے کہا کہ آپ بتائیں یہ نامہ والی مصر کو کس نے لکھا ہے، آپ نے بقسم فرمایا کہ یہ میں نے نہیں لکھا اور نہ ہی مجھے اس سازش کا علم ہے۔ کہنے لگے کہ اس رقعہ پر مہر بھی آپ کی ہو۔ سوار اور سواری بھی آپ کی ہو تو پھر آپ کے مٹی مروان نے لکھا ہوگا اُسے ہمارے حوالے کر دیجئے تو محاصرہ ختم ہو سکتا ہے۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ اس لئے کہ اگر آپ مروان کو باغیوں کے حوالے کر دیتے تو وہ اسے قتل کر دیتے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ میری وجہ سے مروان کو قتل کیا جائے۔

تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مروان کو بلوائیوں کے حوالے کر دیتے تو یقیناً یہ فتنہ فرو ہو جاتا۔ مگر ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔

مدینہ کے ہر شخص کو اگر ملال تھا تو صرف مروان سے تھا۔ محاصرے کے دوران ایک روز حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغیوں سے یوں خطاب فرمایا:

”لوگو! تم عثمان کو قتل نہ کرو۔ تم میں سے جو کوئی شخص ان کو قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی تلوار اب تک میان میں ہے لیکن اگر تم نے ان کو قتل کیا تو بخدا وہ تلوار قیامت تک میان میں نہ جائے گی۔ لوگو! جب کوئی نبی قتل کیا جاتا ہے تو ستر ہزار مردم کو قتل کیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی خلیفہ قتل کیا جاتا ہے تو پینتیس ہزار جانوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور صحابہ کبار نے بھی اُن کو بہت سمجھایا خاص طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔“

اس دوران حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”میں نے دس باتیں اللہ کے ہاں امانت رکھی ہیں:

- ۱: میں چوتھا مسلمان ہوں۔
- ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے میری زوجیت میں دیں۔
- ۳: میں نے کبھی راگ نہیں گایا۔
- ۴: میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی۔
- ۵: جب سے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہیں لگایا۔
- ۶: میں ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتا ہوں۔
- ۷: اگر کسی جمعہ میرے پاس غلام نہیں ہوتا تو اس کی قضا ادا کرتا ہوں۔
- ۸: کبھی زنا نہیں کیا۔
- ۹: کبھی چوری نہیں کی۔
- ۱۰: میں نے قرآن مجید کو عہد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موافق جمع کیا۔

اس کے علاوہ مخاطب ہو کر فرمایا:

”میں تم کو خدا اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں سوائے بیرومہ کے پینے کیلئے میٹھا پانی نہ تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا تھا جو اس کنویں کو خرید کر وقف کر دے اس کا بدلہ جنت ہے۔ چنانچہ میں نے وہ کنواں خرید کر وقف کر دیا۔ اب اُس کنویں سے مجھے پانی نہیں لینے دیتے۔“

اور فرمایا:

”میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں تمہیں معلوم ہے کہ نمازیوں کیلئے مسجد تنگ تھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا جو فلاں کی زمین کو خرید کر مسجد بڑھا دے اُس کو جنت ملے گی۔ میں نے اس زمین کو خرید لیا۔ اب تم مجھے دو رکعت نماز اس میں نہیں پڑھنے دیتے۔“

پھر فرمایا:

”میں نے حبشِ عمرہ تبوک کا سامان اپنے مال سے تیار کیا۔ اور تمہیں معلوم ہے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکہ میں کوہِ شہیر پر تشریف فرما تھے اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے ساتھ ابو بکر اور عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ تھے۔ پہاڑ خوشی سے ہلنے لگا۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا! شہیر ٹھہر، تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔ ان سب باتوں کی باغیوں نے تصدیق کی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور فرمایا میرے لئے شہادت ادا کر دی اور اب بخدا میں شہید ہوں۔ تین بار اس جملے کو دہرایا۔“

چونکہ بلوایوں نے حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قتل کی ٹھانی ہوئی تھی بھلا اُن پر ایسی تقریروں کا کیا اثر ہوتا۔ اُن میں سے چند مکان کے پیچھے سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور روزہ سے تھے۔ اسی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خواب میں فرمادیا تھا عثمان آج روزہ تم ہمارے ہاں کھولو گے۔ محمد بن

ابی بکر نے آپ کی داڑھی مبارک پکڑ کر کھینچی۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا باپ یہاں ہوتا تو تم ایسے نہ کرتے۔ یہ سُن کر روتا ہوا باہر چلا گیا۔ اور بلوایوں کا ایک سرغنہ عبدالرحمان بن عدیس، کنانہ بن بشیر، عمرو بن عقیق، عمیر بن حنابلہ، سودان بن حمران غافقی اندر داخل ہوئے۔ کنانہ بن بشیر نے آتے ہی حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر تلوار چلائی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیوی نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکا اُن کی انگلیاں کٹ گئیں۔ پھر دوسرا وار کیا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ خون کے قطرات قرآن مجید کی اس آیت کریمہ پر گرے ”فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰہُ“ عمر بن عقیق نے آپ پر نیزے سے نوزخم کئے عمیر بن حنابلہ نے آگے بڑھ کر ٹھوکریں ماریں جس سے آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیوی نانکہ نے چلا چلا کر آوازیں دیں تو لوگوں کو آپ کی شہادت کا پتہ چلا تین روز تک آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نعش مبارک بے گور و کفن پڑی رہی۔ تیسرے روز مغرب و عشاء کے درمیان آپ کو بغیر غسل کے اُن ہی کپڑوں میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را  
انہی پاک اور با وفا ہستیوں کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:  
”بے شک اللہ نے مومنوں سے انکی جانیں اور مال خرید لیا ہے اور اس کے عوض انہیں جنت ملے گی۔“ (سورہ توبہ: آیت: ۱۱۱)  
دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان با وفا ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحاجہ النبی الامی الامین و آلہ وصحبہ اجمعین۔



# تین رمضان کو دن کے وقت چاند نظر آنے سے متعلق شرعی مسائل

(روایت ہلال سے متعلق چند توضیحات اور مفروضات کا ازالہ)

پروفیسر مفتی ضیاء الرحمن

قمری مہینے کا دورانیہ:

قمری مہینہ یا تو 29 دن کا ہوتا ہے یا 30 دن کا۔

حدیث پاک میں ہے:

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا. يَعْنِي: ثَلَاثِينَ، ثُمَّ قَالَ: وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا. يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِينَ، يَقُولُ: مَرَّةً ثَلَاثِينَ، وَمَرَّةً تِسْعًا وَعِشْرِينَ.

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو کشادہ کر کے تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: (قمری مہینہ) اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، یعنی پورے تیس دن کا۔“

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اسی طرح تین بار اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے تین بار اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا:

(قمری مہینہ) اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، (اور آخری بار آپ نے ایک ہاتھ کے انگوٹھے کو دبایا) یعنی 29 دن کا۔ یعنی کبھی مہینہ پورے 30 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 29 دن کا۔“

(صحیح بخاری، رقم الحدیث 5302)

کیا کئی قمری مہینے مسلسل 29 دن یا 30 دن کے ہو سکتے ہیں؟

شریعت میں اس طرح کا کوئی طے شدہ ضابطہ نہیں ہے کہ سال

اس سال جمعرات 09 ستمبر یعنی 29 رمضان المبارک کی شام کو شوال المکرم کا چاند نظر نہیں آیا تھا، لہذا جمعہ المبارک 10 ستمبر کو 30 رمضان المبارک تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں ایک مزید روزے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُس دن سہ پہر کو غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے اسلام آباد اور بعض علاقوں میں لوگوں کو چاند نظر آگیا۔ اس سے لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہوئے، کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہم بہت سے توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض باتیں جو روایتی طور پر چلی آرہی ہیں، ہم اُن کے حصار سے نہیں نکل پاتے اور اس میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ حضرات میں بھی بعض اوقات کوئی فرق نہیں رہتا، خواہ جدید سائنسی علم ہو یا دینی علم۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا علم صرف نظریاتی (Theoretical) ہوتا ہے، عملی (Practical) اور اطلاقی (Applied) نہیں ہوتا۔

ہمیں بتایا گیا کہ بعض روزے داروں نے روزہ توڑ دیا اور بعض معتکفین نے اعتکاف توڑ دیا۔ کم علمی کے سبب بعض مساجد سے غروب آفتاب سے پہلے چاند نظر آنے کا اعلان کر دیا گیا۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے کے تمام ضروری پہلوؤں پر گفتگو کریں تاکہ جو لوگ مثبت ذہن کے مالک ہیں اور روایات و توہمات کے اسیر نہیں ہیں، اُن میں آگہی (Awareness) پیدا ہو اور کھلے دل و دماغ کے ساتھ وہ حق بات کو قبول کریں۔ یہ علمی بحث اس لئے ضروری ہے کہ یہ شریعت کا ایک دائمی اور ہمیشہ جاری رہنے والا مسئلہ ہے۔

میں کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے یا مسلسل 29 دن کے ہو سکتے ہیں؟

قرآن و سنت میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے ہو سکتے ہیں اور کتنے مسلسل 29 دن کے ہو سکتے ہیں۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے علامہ قطب الدین شیرازی مصنف تحفہ شاہیہ وزج الغ بیگی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

”زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے 30 دن کے ہو سکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مسلسل تین قمری مہینے ممکنہ طور پر 29 دن کے ہو سکتے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد: 26، ص: 423، رضا فاؤنڈیشن، لاہور) امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے: ”2 یا 3 قمری مہینے مسلسل 29 دن کے ہو سکتے ہیں، 4 ماہ سے زائد مسلسل 29 دن کے نہیں ہو سکتے۔“ (جلد: 3، ص: 357)

ایک ماہر فلکیات نے لکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلسل 5 قمری مہینے 29 دن کے ہو سکتے ہیں

لیکن یہ سب امکانات کی بات ہے، ان پر کسی شرعی فیصلے کا مدار نہیں ہے۔ ہمارے پاس اس کی سائنسی توجیہ کا ایک چارٹ موجود ہے جسے ہم یہاں جگہ کی تنگی کے باعث شامل نہیں کر پارہے، ہماری فتاویٰ کی کتاب ”تفہیم المسائل“ جلد ششم میں یہ ساری تفصیلات چارٹ کے ساتھ موجود ہیں، جو مختصر و شائع ہو رہی ہے۔

نئے چاند کا چھوٹا بڑا ہونا:

نئی قمری تاریخ کے تعین کا مدار شرعاً اور سائنسی طور پر ہلال کے چھوٹا بڑا ہونے یا غروب آفتاب کے بعد مطلع پر اس کے موجود ہونے کی مقدار وقت (Timing) سے نہیں ہوتا، جیسا کہ ہمارے ہاں بعض اوقات اہل علم بھی کہہ دیتے ہیں کہ چاند کافی بڑا ہے اور کافی دیر تک مطلع پر موجود رہا، لگتا ہے کہ ایک دن پہلے کا ہے۔ یہ سوچ اور طرز فکر غیر شرعی اور غیر سائنسی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

”عن ابی البختری قال: خرجنا للعمرة، فلما نزلنا بطن نخلة، قال: ترآءینا الہلال، فقال بعض القوم: هو ابن ثلاث، وقال بعض القوم: هو ابن لیلین، قال: فلقدینا ابن عباس فقلنا: اننا رآینا الہلال، فقال بعض القوم: هو ابن ثلاث، وقال بعض القوم: هو ابن لیلین، فقال: ائی لیلۃ رأیتموہ؟ قال: لیلۃ کذا وکذا، فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال: ان اللہ مدہ للرویۃ، فهو للیلۃ رأیتموہ۔“

”ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرے کے لئے گئے، جب ہم وادی نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا، بعض لوگوں نے کہا: ”یہ تیسری تاریخ کا چاند لگتا ہے“ اور بعض نے کہا: ”یہ دوسری تاریخ کا چاند لگتا ہے“۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوئی، تو ہم نے (قیاس کی بنیاد پر اختلاف کی) یہ صورت حال ان سے بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: ”تم نے چاند کس رات کو دیکھا تھا؟“، ہم نے کہا: ”فلاں رات کو“، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے دیکھنے کے لئے اسے بڑھا دیا، درحقیقت یہ اسی رات کا چاند ہے، جس رات کو تم نے اسے دیکھا ہے۔“ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2418)

یہ حدیث اس مسئلے میں شریعت کی اصل ہے کہ نئے چاند کا مدار رویت پر ہے، اس امر پر نہیں ہے کہ اس کا سائز چھوٹا ہے یا بڑا یا مطلع پر اس کے نظر آنے کا دورانیہ کم ہے یا زیادہ۔ اس لئے کسی عالم یا تعلیم یافتہ شخص کا نیا چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ دو یا تین تاریخ کا لگتا ہے، یہ غیر شرعی اور غیر عالمانہ ہے۔

اسی طرح سائنسی حقیقت بھی یہی ہے، مثلاً کسی قمری مہینے کے 29 تاریخ گزرنے کے بعد شام کو نئے چاند کا غروب آفتاب کے فوراً بعد مطلع پر ظہور تو ہے مگر اس کا درجہ چار یا پانچ ہے، اس کی عمر 18 گھنٹے ہے اور مطلع پر اس کا ظہور پندرہ بیس منٹ ہے۔ تو اس صورت میں چاند

(18 + 24) 42 گھنٹے کی عمر ہو جانے پر پہلی مرتبہ دکھائی دیتا۔ اب اندازہ کیجئے کہ نیا چاند اول صورت میں 21 گھنٹے کی عمر میں نظر آ گیا جبکہ صورت دوم میں 42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ دونوں چاند پہلی رات کے ہیں لیکن مؤخر الذکر صورت میں اس کی عمر دو گنا ہو جانے کے باعث اسی قدر جسامت کا حامل ہوگا اور اسی حساب سے افق سے کافی بلند ہوگا جسے لوگ غلطی سے دوسری رات کا چاند خیال کریں گے۔

### مثال نمبر ۲:

یہ کم از کم کیفیت ہے، نیا چاند اس سے بھی بڑی جسامت کا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ 20 سے 30 گھنٹوں کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر بھی ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ 24 گھنٹے کی عمر کا چاند دیگر فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکا۔ (جیسا کہ پچھلے عنوان کے تحت نقشہ اول میں ہم اس کے عملاً واقع ہونے کی صورت میں دیکھ چکے ہیں)۔ جب وہ اگلی شام کو نظر آئے گا تو اس کی عمر (24+24) 48 گھنٹے ہو چکی ہوگی، لہذا وہ مثال اول میں 42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دینے والے چاند سے بھی بڑا ہوگا۔

### مثال نمبر ۳:

یہی نہیں بلکہ ایک صورت میں پہلی رات کا چاند دوسری رات کے چاند سے بھی بڑا ہو سکتا ہے۔ مثال اول میں 21 گھنٹے کی عمر کا چاند نظر آ گیا لہذا اگلی شام کو جب یہ دوسری تاریخ میں داخل ہو گیا تو اس کی عمر (21+24) 45 گھنٹے ہوگی۔ مثال دوم میں پہلی رات کا چاند 48 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ ظاہر ہوا کہ پہلی رات کا 48 گھنٹے کی عمر کا چاند دوسری رات کے 45 گھنٹے کی عمر کے چاند سے بھی بڑا ہے۔

درج بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ تیس کے چاند کی جسامت کو بڑا دیکھ کر یہ قیاس کرنا کہ یہ ضروری طور پر دوسری رات کا چاند ہے، درست نہیں۔

چودھویں رات کے چاند سے رویت ہلال کی درستگی کا اندازہ

مطلع پر موجود تو ہے لیکن اس کی رویت کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے، لہذا یہ قمری مہینہ 30 دن کا قرار پائے گا۔ اب اگلی شام کو اس چاند کی عمر 42 گھنٹے ہو جائے گی، مطلع پر اس کا درجہ 12 یا اس سے اوپر ہو جائے گا اور مطلع پر اس کا استقرار بھی نسبتاً زیادہ وقت کے لئے ہوگا، مثلاً پچاس منٹ اور اس کا حجم (Size) بھی بڑا ہوگا، لیکن یہ قطعیت کے ساتھ چاند کی پہلی تاریخ ہوگی۔

لہذا میری اہل علم اور اہل وطن سے اپیل ہے کہ توہمات کے حصار سے نکلیں اور حقیقت پسند بنیں۔

اس موضوع پر ہم رویت ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کے مضمون کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں:

”بعض لوگ قمری مہینے کی 30 تاریخ کی شام کو دکھائی دینے والے نئے چاند کی جسامت کو نسبتاً بڑا دیکھ کر یہ قیاس آرائی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لازمی طور پر دوسری رات کا چاند ہے۔ یہ سوچ چاند کے فلکیاتی نظام سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ نئے چاند کی جسامت کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا۔ اس کا اندازہ اس کی عمر سے کیا جاسکتا ہے۔ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق 20 گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا اور 20 سے 30 گھنٹے کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔ اس طرح چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے کی عمر 50 سے بھی زائد گھنٹوں تک ہو سکتی ہے، لہذا مختلف عمروں کے چاند مختلف جسامت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہوگی۔

### مثال نمبر ۱:

ایک قمری مہینے کی 29 تاریخ کی شام کو ایک مقام پر چاند کی عمر 21 گھنٹے ہے اور اس کے دیکھے جانے میں کوئی فلکیاتی کیفیت مزاحم نہیں، لہذا رویت ہلال ہوگی۔ اگر اس کی عمر 18 گھنٹے ہوتی تو وہ نظر نہ آتا بلکہ اگلی شام کو مزید 24 گھنٹے گزر جانے کے باعث

کرنا: عوام الناس میں یہ تصور عام ہے کہ رویت ہلال کے مطابق چودھویں رات کو چاند پوری شب مکمل دائرے کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت بعض لوگ چاند کی گولائی کی ظاہری تکمیل سے اس ماہ کی رویت ہلال کی درستگی کا اندازہ کرتے ہیں۔ یہ معیار قطعاً درست نہیں۔ چاند کی روشن جسامت ہر لمحے مسلسل بڑھتی یا گھٹتی رہتی ہے۔ قمری مہینے کے نصف اول میں بڑھتے رہنے کے عمل کے بعد ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ زمین کے مقابل چاند کی پوری جسامت روشن ہو جاتی ہے۔ فلکیات کی اصطلاح میں اسے ”فل مون (full moon)“ یا ”ماہ کامل“ کہتے ہیں اور یہ وقت کرۂ ارض پر صبح، دوپہر، شام اور رات کے چوبیس گھنٹوں پر پھیلے ہوئے اوقات میں کوئی لمحہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس کی روشن سطح کے گھٹنے کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ چاند ساری رات یکساں جسامت کے ساتھ روشن نہیں رہتا۔ محض آنکھوں سے چاند دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ یہ پورا چاند ہے، بالکل ممکن نہیں اور نہ ہی بظاہر پورا دکھائی دینے والے چاند پر گھنٹوں نظر جما کر بھی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تکمیل کے مرحلے میں ہے یا اس کے بعد مسلسل گھٹنے کے عمل میں ہے۔ یہ کام رصد گاہی آلات ہی انجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح ماہرین فلکیات اپنے خصوصی فارمولوں سے چاند کی پیدائش کے ماہانہ اوقات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وہ ہر مہینے کے ماہ کامل کے اوقات بھی معلوم کرتے ہیں۔ پس چودھویں رات کے عمومی تصور سے اس ماہ کی رویت ہلال معلوم کرنے کا معیار مقرر کرنا درست نہیں۔

دن کے وقت نظر آنے والے چاند کے بارے

میں وضاحت:

چاند کی رویت سے متعلق یہ ضابطہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ دن کے وقت نظر آنے والا چاند، خواہ وہ زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں، آئندہ آنے والی رات کا قرار پائے گا۔ اور اب جو رات آئے گی، مہینے کا آغاز اُسی سے ہوگا، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا

قول یہی ہے اور یہی قول مختار ہے۔

علامہ علاء الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

”وَرُؤْيُهُ بِالنَّهَارِ لَيْلَةُ الْآيَةِ مُطْلَقًا عَلَى ”الْمَذْهَبِ“.

”اور جو چاند دن کے وقت نظر آئے، صحیح مذہب کے مطابق وہ ہر صورت میں اگلی رات کا شمار کیا جائے گا۔“

علامہ ابن عابدین شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”أَيُّ سَوَاءٍ رَأَى قَبْلَ الزَّوَالِ أَوْ بَعْدَهُ، وَقَوْلُهُ ”عَلَى الْمَذْهَبِ“: أَيُّ الَّذِي هُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. قَالَ فِي ”الْبَدَائِعِ“: فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ الْيَوْمُ مِنْ رَمَضَانَ عِنْدَهُمَا. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: إِنْ كَانَ بَعْدَ الزَّوَالِ فَكَذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ قَبْلَهُ فَهُوَ لَيْلَةُ الْمَاضِيَةِ وَيَكُونُ الْيَوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ هَلَالُ شَوَّالٍ: فَعِنْدَهُمَا يَكُونُ لِلْمُسْتَقْبَلَةِ مُطْلَقًا، وَيَكُونُ الْيَوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، وَعِنْدَهُ لَوْ قَبْلَ الزَّوَالِ يَكُونُ لِلْمَاضِيَةِ وَيَكُونُ الْيَوْمُ يَوْمَ الْفِطْرِ، لِأَنَّهُ لَا يُرَى قَبْلَ الزَّوَالِ عَادَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَيْلَتَيْنِ، فَيَجِبُ فِي هَلَالِ رَمَضَانَ كَوْنُ الْيَوْمِ مِنْ رَمَضَانَ، وَفِي هَلَالِ شَوَّالٍ كَوْنُهُ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَالْأَصْلُ عِنْدَهُمَا أَنَّهُ لَا تُعْتَبَرُ رُؤْيُهُ نَهَارًا، وَإِنَّمَا الْعِبْرَةُ لِرُؤْيِهِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْهِ أَمَرَ بِالصَّوْمِ وَالْفِطْرِ بَعْدَ الرُّؤْيَى، فَفِيهِمَا قَالَهُ أَبُو يُوسُفَ مُخَالَفَةً النَّصِّ. وَفِي ”الْفَتْحِ“: أَوْجَبَ الْحَدِيثُ سَبَقَ الرُّؤْيَى عَنِ الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ، وَالْمَقْهُومُ الْمَتَبَادُرُ مِنْهُ الرُّؤْيَى عِنْدَ عَشِيَّةٍ آخِرِ كُلِّ شَهْرٍ عِنْدَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الزَّوَالِ مِنَ الثَّلَاثِينَ وَالْمُخْتَارُ قَوْلُهُمَا اه.

”یعنی (دن میں چاند) زوال سے قبل نظر آئے یا زوال کے

بعد (اس کا حکم ایک ہی ہے)، ”مذہب پر“ ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ قول

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔

”بدائع الصنائع“ میں فرمایا:

”پس طرفین (امام اعظم اور امام محمد) کے نزدیک وہ دن

رمضان کا نہیں ہوگا۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ: اگر زوال کے بعد نظر آیا تو بے شک آئندہ شب کا ہے اور اگر زوال سے قبل نظر آیا تو کچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا۔ اور ائمہ احناف کے اسی اختلاف پر (امام ابو یوسف کے نزدیک) یہ سوال کا چاند ہے یعنی طرفین (امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک (دن میں چاند زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد) ہر صورت میں آئندہ شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گزشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے، اس لئے کہ ہلال عادتاً زوال سے قبل نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ دورات کا چاند ہو، پس ہلال رمضان میں وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دن۔ اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہیں، اعتبار غروب کے بعد کا ہے کیونکہ رسول اعلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

” (رمضان کا) چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ چھوڑو۔“ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1909)

پس صوم و افطار کا حکم رویت کے بعد ہے، اس صورت میں امام ابو یوسف کا قول نص کے مخالف ہے۔

”فتح القدیر“ میں ہے:

”حدیث شریف نے روزہ رکھنے یا عید منانے کے لئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ چاند پہلے نظر آئے، صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے (ائمہ کرام) کے نزدیک رویت سے ظاہر مفہوم یہی ہے کہ ہر قمری مہینے کی آخری شام کو (غروب آفتاب کے بعد) چاند نظر آئے، یعنی ہر مہینے کی تیس تاریخ کو زوال سے قبل کی رویت معتبر نہیں ہے، اور مختار قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔“

(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 3، ص: 322، دار احیاء

التراث العربی، بیروت)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا:

”اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کر لینا جائز

ہے یا نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اسی وقت روزہ کھول لیں یا غروب آفتاب کے بعد؟

آپ نے جواب میں لکھا: کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کر لینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو، اُس وقت کھولو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ثُمَّ آتَمُوا الصَّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ.“

”پھر روزہ کو شام تک پورا کرو۔“

(بقرہ: 187)

در مختار میں ہے:

”لَا عِبْرَةَ بِرُؤْيَا الْهَلَالِ نَهَارًا مُطْلَقًا عَلَى مَذْهَبِ الْأَمَامِ الصَّحِيحِ الْمُعْتَمَدِ، وَأَمَّا عَلَى قَوْلِ الثَّانِي مِنْ أَنَّهُ إِنْ رَأَى قَبْلَ الزَّوَالِ فَلِلْمَاضِيَةِ فَلَيْسَ الْإِفْطَارُ بِمَعْنَى نَهَارِ الصَّوْمِ بَلْ لِحُثُوتِ الْعِيدِ عِنْدَهُ بِذَلِكَ وَلَيْسَ هَذَا مَعْنَى قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: صُومُوا لِرُؤْيَا الْهَلَالِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَا الْهَلَالِ وَالْأَيُّوجِبُ الصَّوْمُ بِمَجْرَدِ رُؤْيَا الْهَلَالِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَهَذَا وَاضِحٌ جَدًّا.“

”امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (امام ابو یوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا، تو اب افطار کا یہ معنی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوت عید ہو رہا ہے کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک ”چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو“ کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کرو ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اُسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 10، ص: 389-388، رضا فاؤنڈیشن،

لاہور)

اعتکاف خواہ قصداً توڑا ہو یا کسی عذر کے سبب، اُس کی قضا واجب ہے اور جس دن توڑا فقط اُس ایک دن کی قضا لازم ہے، یہ قضا روزے کے ساتھ ہوگی۔

علامہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”وَإِذَا فَسَدَ الْإِغْتِكَافُ الْوَاجِبُ، وَجَبَ قَضَاؤُهُ، فَإِنْ كَانَ إِغْتِكَافُ شَهْرِ بَعِيْنِهِ، إِذَا افْطَرَ يَوْمًا يَقْضِيْ ذَٰلِكَ الْيَوْمَ.“  
”اور جب اعتکاف واجب فاسد ہو گیا، تو اُس کی قضا واجب ہے، پس اگر وہ کسی معین مہینے کا اعتکاف تھا، تو جس دن افطار کیا (یعنی اعتکاف فاسد ہوا)، اُسی ایک دن کی قضا اُس کے ذمے لازم ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، ص: 213)

علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تیان القرآن میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف کر کے فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے (یعنی روزے کے ساتھ ایک دن کا اعتکاف)، اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا۔“ (تبیان القرآن، جلد 1، ص: 739)

جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اُن کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں اُس ایک روزے کی قضا رکھیں، کفارہ لازم نہیں۔

اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی سبب سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اُس نے تہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگرچہ اس نے خود عید کا چاند دیکھا ہے، مگر اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

”(رَأَى مُكَلِّفٌ هَلَالَ رَمَضَانَ أَوْ افْطَرَ وَرَدَّ قَوْلَهُ“

بَدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ (صَامَ) مُطْلَقًا وَجُوبًا، وَقِيلَ نَذْبًا (فَإِنْ افْطَرَ قَضَى فَقَطْ) فِيْهِمَا لِشَبْهَةِ الرَّدِّ.“

”کسی عاقل بالغ نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اُس کا قول دلیل شرعی کی بنا پر رد کر دیا گیا (یعنی اس کی گواہی قبول کر کے اس پر فیصلہ نہیں کیا گیا)، تو اس کے لئے مطلقاً روزہ رکھنا واجب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے، اگر روزہ نہ رکھا تو فقط قضا ہے، کیونکہ گواہی رد ہونے کی بنا پر اس کے لئے صورت مسئلہ مشتبہ ہے (اور حدود و کفارات شیعہ کی بنا پر ساقط ہو جاتے ہیں)۔“  
(ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد 3، ص: 313، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فقہی حوالہ جات کی روشنی میں شرعی مسئلہ واضح کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سائنسی اور فنی وجوہات کو بھی قارئین کے سامنے لائیں، اس سلسلے میں رویت ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کی سائنسی توجیہ درج ذیل ہے:

”09 ستمبر 2010ء بمطابق 29 رمضان المبارک کی شام پاکستان کے کسی بھی حصے سے رویت ہلال کی مستند شہادتیں موصول نہ ہونے کے باعث مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان نے عدم رویت کا فیصلہ کیا اور اس طرح 10 ستمبر 2010ء جمعہ المبارک کو 30 رمضان المبارک اور 11 ستمبر 2010ء کو یکم شوال المکرم 1431ھ قرار دیا۔ یہ فیصلہ سائنس اور فلکیات کی رو سے بھی درست ہے۔ جمعہ المبارک 10 ستمبر کو سہ پہر تقریباً تین بجے اسلام آباد میں چاند دکھائی دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں بلکہ سائنس کے عین مطابق ہے۔ ”نئے چاند“ کی فلکیاتی اور دینی اصطلاحات کے علاوہ رویت ہلال کے سائنسی پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔ اگر ہم چاند کے بڑھنے گھٹنے کے عمل پر غور کریں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ قمری ماہ کے پہلے دو ہفتوں کے دوران یہ ہمیں روز بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے، یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ دائرے کی صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگلے دو ہفتے اس کی جسامت (Size) ہر روز کم ہوتی نظر آتی ہے اور ایک وقت ایسا

(ح) چاند کا ارتفاع (Altitude of Moon)

(د) چاند کا زمین سے فاصلہ۔

مقامی کیفیت:

(ل) (مطلع) (Horizon) کی کیفیت۔

(ب) فضا کا شفاف پن (Transparency)۔

(ج) مقام مشاہدہ کا محل یعنی طول بلد (Longitude) اور

عرض بلد (Latitude)۔

مقام مشاہدہ کی بلندی اگر سطح سمندر سے کم ہو تو انعطاف نور

(Refraction of Light) کی شرح زیادہ ہوگی اور

رویت ہلال کے لیے زیادہ سازگار ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کے بہ نسبت ساحل سمندر پر نیا

چاند دکھائی دینے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ سائنسی اور فلکیاتی

توضیحات کی باریکیوں میں الجھے بغیر ایک عام آدمی بھی مطلع صاف

ہونے کی صورت میں صرف دو معلومات کی بناء پر کسی حد تک رویت

ہلال کے امکان کا پیشگی تعین کر سکتا ہے یا شہادتوں کے معیار کو پرکھ سکتا

ہے۔

اول چاند کی عمر اور دوئم غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی

فرق۔

رویتِ ہلال کیلئے چاند کی عمر کم از کم بیس گھنٹے نیز غروبِ شمس اور

غروبِ قمر کا درمیانی فرق کم از کم چالیس منٹ ہونا چاہئے۔ اگر چاند کی

عمر 30 گھنٹوں سے بڑھ جائے تو غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی

فرق 35 منٹ ہونے پر بھی ہلال نظر آ جاتا ہے یا اگر غروبِ شمس اور

غروبِ قمر کا درمیانی فرق 50 منٹ سے بڑھ جائے تو تقریباً 19 گھنٹے

کی عمر کا چاند بھی دکھائی دے جاتا ہے۔

اصل مسئلہ:

رویتِ ہلال کیلئے غروبِ آفتاب کا وقت اس لئے مقرر کیا گیا

ہے کہ اس سے قبل ہم نیا چاند دیکھنے کی کوشش کریں گے تو سورج کی تیز

بھی آتا ہے کہ چاند نظروں سے بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوبارہ چاند کے بڑھنے کا عمل نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت کو قرآنِ شمس و قمر (Conjunction) یا اتصالِ شمس و قمر یا اماوس کہتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند ایک سیدھ میں صفر درجہ پر ہوتے ہیں۔ علمِ فلکیات میں یہی اُس کے ”نیا چاند“ کہلانے کا وقت ہے اور رصد گاہی کی کتب میں نئے چاند کے اوقات اسی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسے نئے چاند کی پیدائش بھی کہتے ہیں اور چاند کی طبعی عمر اسی وقت سے شمار کی جاتی ہے۔

فلکیاتی اصطلاح کا نیا چاند اپنے ابتدائی دور میں بال سے زیادہ باریک، سورج سے بہت قریب اور اس کی طاقت و شعاعوں کی براہ راست زد میں ہوتا ہے۔ لہذا انسانی آنکھیں یا غیر معمولی قوت کی دوربینیں بھی اسے دیکھنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ جوں جوں چاند کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کی جسامت بھی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ سورج سے دور ہٹتے ہوئے اس کی شعاعوں کی طاقت سے بھی بتدریج محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بالآخر ایک وقت اس کا وجود اس قدر ہو جاتا ہے کہ سورج سے ایک خاص فاصلے پر غروبِ آفتاب کے بعد انسانی آنکھوں کو پہلی بار نظر آنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ بصری نیا چاند ہے جو دوسرے الفاظ میں رویتِ ہلال کے معروف نام سے موسوم ہے۔ فلکیاتی اور مقامی احوال کے تحت رویتِ ہلال پر اثر انداز ہونے والے عوامل یوں ترتیب دیئے جا سکتے ہیں۔

فلکیاتی کیفیات:

(۱) چاند کی عمر۔

(ب) غروبِ شمس اور غروبِ قمر کے درمیان فرق۔

(ج) چاند کا سورج سے زاویائی فاصلہ (Longitudinal

Distance)

(د) سورج کا افق سے نیچے ہونا۔



روشنی کے باعث ہماری آنکھیں چندھیا جائیں گی اور ہم اتنا باریک چاند اُس کی موجودگی کے باوجود دیکھ نہیں پائیں گے۔ نیا چاند دکھائی دینے کیلئے سورج کا غروب ہونا یا سورج کی براہ راست شعاعوں کی زد سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔

ستمبر 2010ء میں نیا چاند 8 ستمبر کو پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق سہ پہر تین بجکر تیس منٹ پر پیدا ہوا۔

9 ستمبر کو غروب آفتاب کے وقت اگرچہ چاند کی عمر پاکستان کے تمام شہروں میں ساڑھے 26 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی لیکن غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق کسی بھی شہر میں 28 منٹ سے زائد نہیں تھا، لہذا جمعرات کی شام نیا چاند دکھائی نہیں دیا۔ اگر نیا چاند سہ پہر ساڑھے تین بجے کی بجائے گیارہ بجے قبل از دوپہر پیدا ہوا ہوتا تو وہ جمعرات کی شام دکھائی دے جاتا۔

جمعۃ المبارک 10 ستمبر بمطابق 30 رمضان المبارک کی سہ پہر اسلام آباد میں سورج کے آگے اتنے گھنے بادل آگئے کہ وہ سورج کی براہ راست روشنی کے آئی نائن سیکڑ پیچنے کی راہ میں مزاحم ہو گئے جبکہ بادلوں کے اوپر سے سورج کی روشنی چاند کے جس حصے پر پہنچ رہی تھی، وہ روشن ہو رہا تھا، لہذا وہ پتنگ اڑاتے بچے کو بھی دکھائی دے گیا۔ حالانکہ وہ بچہ رویت ہلال کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ یہ امر مد نظر رہے کہ اس وقت چاند کی عمر 47 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ اگر بادل سورج کی روشنی میں مزاحم نہ ہوتے تو کوئی بھی انسان چاند کی وہاں موجودگی کے باوجود اُسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا، تو آنکھیں چندھیا جانے کے باعث اُسے دیکھ نہ پاتا۔

رہا یہ سوال کہ اس واقعہ سے ماہ شوال 1431ھ کا 10 ستمبر کی شام سے آغاز مشکوک قرار پاتا ہے تو اس کا انتہائی سادہ جواب یہ ہے کہ جب 9 ستمبر کی شام رویت ہلال نہیں ہوئی تھی، تو شرعی حکم کے مطابق رمضان المبارک کے تیس ایام مکمل کرنے کے بعد ہی شوال کا آغاز ہونا تھا۔

ہم نے شرعی اور سائنسی دونوں پہلوؤں کی وضاحت کر دی ہے۔ سائنسی اور فلکیاتی اعتبار سے قمری ماہ کی انتیس یا تیس تاریخ کو دن کے

وقت بعض موسمی احوال کی وجہ سے چاند نظر آ سکتا ہے، لیکن اُس سے چاند کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ چاند گذشتہ شب ہی سے متعلق ہوتا ہے۔ شرعی اور سائنسی اعتبار سے نئے قمری ماہ کا آغاز اُسی صورت میں ہوگا جب چاند اُس دن غروب آفتاب کے بعد نظر آئے۔

یہ تفصیلی بحث ہم نے اس لئے کی کہ جب تک دنیا قائم ہے، نظام شمس و قمر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری رہے گا، شمسی اور قمری مہینوں کا آغاز اور اختتام بھی ہوتا رہے گا اور اُن کے ساتھ جو دینی امور متعلق ہیں وہ بھی جاری و ساری رہیں گے۔

بس یہ ضابطہ ذہن میں رہے کہ نئے قمری مہینے کا آغاز اُسی وقت ہوگا، جب قمری مہینے کی انتیس تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد مطلع پر چاند نظر آئے، ورنہ وہ قمری مہینہ تیس کا قرار پائے گا اور اگلے دن کو بعض موسمی وجوہ اور فلکیاتی احوال کے باعث کسی وقت آسمان پر چاند نظر بھی آجائے، تو اُس سے قمری تاریخ میں کوئی رد و بدل نہیں ہوگا۔

اس لئے تمام برادرانِ ملت سے گزارش ہے کہ وہ اس حوالے سے توہمات اور ضعیف الاعتقادی میں مبتلا نہ ہوں۔

# فضائل، الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ

بابا عامر رضوان حیدر

ہیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کل ہیں اور حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جزو ہیں۔ جزو کل سے ہوتا ہے۔ مگر ”انا من حسین“ (میں حسین سے ہوں) اس کی سمجھ کس طرح آئے کیونکہ جزو تو کل سے ہوتا ہے، مگر کل جزو سے نہیں ہوتا۔ بیٹا تو باپ سے ہوتا ہے، اور نواسہ نانا سے ہوتا ہے مگر باپ بیٹے سے اور نانا نواسے سے نہیں ہوتا اگر دل بینا بھی خدا سے طلب کریں تو اس حدیث مبارک کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے۔ ”حسین منی“ سے آقا دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو کچھ ہے ان میں جو بھی ظاہری اور باطنی حسن و جمال اور خوبیاں ہیں وہ ساری کی ساری مجھ سے ہیں اور ”من الحسین“ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ میرے فضائل اور کمالات کا ایک ظہور ان سے ہوگا میرے فضائل و کمالات سے گوشہ شہادت کا ظہور تمام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوگا۔ جس مسلمان میں شہادت کی خواہش نہیں اس کی موت نفاق کی موت ہے۔

خود امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے:  
”جب جسم موت کیلئے ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا سب سے بہتر ہے۔“

خود آقا دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات میں شہادت کی آرزو اپنے کمال عروج پر تھی شہداء پر اللہ کا انعام ہے یہ حقیقت ہے شہادت سری اور شہادت جہری دونوں کی ابتداء آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات سے ہوئی لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سید الشہداء سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہ ہستی ہیں جو نواسہ سید الانبیاء ہیں وہ جلیل القدر شخصیت جنہیں خاتون جنت نے لوریاں دیں، وہ مایہ ناز فرد جن کی تربیت سید ابراہیم محمد مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیر سایہ ہوئی جن کے والد حیدر کرار فاتح خیر سیدنا مولاعلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴؎ کو مدینہ منورہ میں ہوئی آقا دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بنفس نفیس دائیں کان مبارک میں اذان فرمائی اور بائیں کان مبارک میں اقامت پڑھی، اپنے لعاب دہن سے گھٹی دی، دُعا خیر فرمائی، ساتویں دن عقیقہ کیا۔ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نام تجویز فرمایا۔ کنیت ابو عبد اللہ اور القاب رشید، طیب، سید، سبط الرسول، ریحانہ رسول، نوجوانان جنت کے سردار۔

”جامع ترمذی شریف“ حضرت یعلیٰ بن مرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:  
”حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مجھ سے ہے اور میں حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوں، اللہ تعالیٰ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے محبت رکھنے والوں سے محبت فرمائے۔“

”حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ“ کا مفہوم:

آقا دو جہاں نور مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ”حسین منی“ کی تو سمجھ آتی ہے کہ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہیں وہ آپ کے نواسے

وَاللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ظاہری شہادت نہ ہوئی کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔

آقا دو جہاں صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سری شہادت جس کا آغاز غزوہ خیبر سے ہوتا ہے اور اس کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ سیدنا امام حسن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو زہر پلایا گیا اس طرح سے آپ کو شہادت سری نصیب ہوئی۔ جہری شہادت جس کا آغاز غزوہ اُحد سے ہوا تھا اس کی تکمیل کر بلا کے میدان میں سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے ذریعے ہوئی۔

سر شہادتین میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَةُ اللہ عَلَیْہِ فرماتے ہیں سیدنا امام حسن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ اور سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو جو شہادتیں ملی ہیں حقیقت میں آقا دو جہاں نور مجسم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو ملی ہیں۔

۔ کر بلا تیرے سوا کسی اور نے دیکھا ہی نہیں  
ایک کردار کے ٹکڑوں کا بہتر ۷۲ ہونا

ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے نواسے ہیں ایسا نواسہ جو نو جوانان جنت کا سردار ہے، پشت مبارک پر بیٹھ جاتا ہے تو آقا دو جہاں صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سجدے کو طول دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں آیت تطہیر، آیت مباہلہ، آیت مودت کا مصداق امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سیدہ طیبہ شہزادی کونین فاطمہ زہرا سلام اللہ عَلَیْہَا کالْحَیْثُ جگر ہے، جرات اور سخاوت عطاء فرمائی نانا جان نے حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ وہ ہے جو اپنے والد گرامی سیدنا مولا علی شیر خدا خَیْرُ اللہ تَعَالٰی وَخَیْرُہ کی طرح سراپا علم و شجاعت بچپن سے پیدل حج ادا کئے۔ سراپا زہد آپ قائم الیل اور دائم الصوم تھے۔

حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ وہ جو تیروں کی بوچھاڑ میں نماز فوت نہیں ہونے دیتا، حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ وہ ہے جو یزید کو کہتا ہے مجھ جیسا تم جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔

آج جو اسلام کے چہرے پر رونق ہے، منبر و محراب کی زینت ہے یہ سب سید الشہداء سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے

خون کی سرخی کا صدقہ ہے۔

امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کر بلا میں اپنے عمل سے واضح کر دیا جان لے لینا ہی جیت نہیں حق کیلئے جان دینا بھی جیت ہے۔ یزید جان لے کر بھی ہار گیا اور سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ جان دے کر جیت گئے۔ یہی وجہ ہے کہ یزید کی حکومت ختم ہو گئی اور امام حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی حکومت اب بھی کروڑوں دلوں پر ہے اس وجہ سے آپ کو شاہ است حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ، بادشاہ است حسین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کہا گیا۔ ہمیشہ حق غالب رہا نہ پہاڑ اس کی راہ روک سکے نہ طوفان۔ مسلمان ہونے کیلئے مسلمان کہلانا کافی نہیں بلکہ اسلامی عقائد و نظریات رکھنا ضروری ہے۔

”ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔“

حسین تیری شہادت پہ فخر ہے ہم کو  
کہ کر بلا میں ترا عزم مات کھانہ سکا  
کیا تھا تو نے فروزاں جو حریت کا چراغ  
کوئی یزید اُسے آج تک بجھا نہ سکا  
عرش بریں کے ناز کا پالا حسین ہے  
ظلمت جہاں ہو جیسی اجالا حسین ہے  
ابن علی ہے خالق صبر و رضا حسین  
ساری نزاکتوں سے نرالا حسین ہے  
چھلنی تھا ظلم و جور سے بادہ حسین کا  
اپنے لہو میں تر تھا لبادہ حسین کا  
لیکن اصول دیں کو بچانے کے واسطے  
باطل پہ چھا گیا تھا ارادہ حسین کا  
(رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ)

# ایمان کی قدر کرو

مولانا فضل غنی قادری اشرفی

”إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ.“

”کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں۔“

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا:

”إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ.“

”بے شک ہر امت کیلئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کیلئے

فتنہ مال ہے۔“

عزت ایمان میں ہے:

حقیقت میں عزت ایمان اور ایمانیات میں ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

”وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ.“

”کہ عزتیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اور مومنین کیلئے ہیں۔“

اسی ایمان کے ذریعے بندہ جنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا.“

”جب تک تم ایمان نہ لاؤ اس وقت تک جنت میں نہیں

جاسکتے۔“

اسی ایمان کی وجہ سے مومن کی شان خانہ کعبہ سے بھی زیادہ

ہے۔

”تفسیر درّ منثور“ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ.“

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ

لوگ تمام مخلوقات میں بہتر ہیں۔“

ایمان کا لغوی معنی:

امن دینا، پناہ دینا، ایمان بھی دوزخ کے عذاب سے امن

اور پناہ دیتا ہے۔

شریعت میں ایمان کہتے ہیں۔ ہر اس چیز کو دل سے ماننا جو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر آئے۔

یہ ایمان والا اگر اپنے ایمان کا خیال کرتے ہوئے اچھے عمل

کریں تو تمام مخلوقات میں سے اعلیٰ و افضل ہے۔ کہ انہی کیلئے جنت

ہے۔ انہی کیلئے دیدار الہی ہے۔ انہیں کیلئے حاملین عرش فرشتے

دعائیں کرتے ہیں۔ انہی کیلئے مرنے پر آسمان وزمین روتے ہیں۔

لیکن آج کل مسلمان بھی یہ چاہتے ہیں کہ پہننے کیلئے خوبصورت لباس،

رہنے کیلئے اعلیٰ محل اور کہیں جانے کیلئے چمکیلی گاڑی ہو بس ایمان کی فکر

نہیں ایمان رہے یا نہ رہے۔

مال فتنہ ہے:

آج کل لوگ مال و دولت میں عزت تلاش کرتے ہیں جو

کہ حقیقت میں فتنہ ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں

ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ شَرَفَكَ وَعَظَمَكَ وَلَكِنَّ الْمُؤْمِنَ  
أَعْظَمُ مِنْكَ حُرْمَةً.“

”اے خانہ کعبہ کہ بے شک اللہ رب العزت نے تجھے بہت  
شرافت و عظمت دی ہے لیکن مومن کی عزت تجھ سے زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے مال و دولت کی  
اہمیت:

ہمارے بعض نادان دنیا کے چند گلوں کی خاطر اپنے ایمان کا  
سودا کر لیتے ہیں یورپ اور دیگر ممالک جانے کیلئے اپنے آپ کو مرزائی  
ظاہر کرتے ہیں کہ اس سے ویزہ ملنے میں آسانی ہوتی ہے اور بعض اپنے  
آپ کو شیعہ ظاہر کرتے ہیں تاکہ بتکوں میں پڑی ہوئی رقم سے ہماری  
زکوٰۃ نکالی جائے۔

اس مال کی خاطر اپنا ایمان ضائع کرتے ہیں جس مال کی  
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کوئی  
اہمیت نہیں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے  
آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا:

”لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ  
مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً.“

”کہ اگر دنیا کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر  
بھی اہمیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ  
دیتا۔“ (ترمذی شریف)

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے  
نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں ہے جسے آج ہم نے اپنے  
سینے سے لگایا ہے۔

اسی طرح حضرت مستور بن سداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ وَاللَّهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ  
إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَأَلْيَنْظُرُ بِمَا يَرْجِعُ.“

”کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو  
فرماتے ہوئے سنا اللہ کی قسم دنیا کی اہمیت آخرت کے مقابلے میں اس  
قدر بھی نہیں جتنا تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبو دے پھر  
دیکھے کہ اسکی انگلی کیساتھ کتنا پانی لوٹتا ہے۔“

یعنی دنیا کی اہمیت اس پانی کے ایک قطرے سے بھی کم ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو انگلی کیساتھ لوٹنے  
والے پانی کے ایک قطرے کے ساتھ تشبیہ دی اور آخرت کو سمندر کے  
ساتھ۔ آج ہم ایک قطرے کو سمندر پر ترجیح دیتے ہیں اسی دنیا اور دنیا  
کی عیش و عشرت کی وجہ سے گناہ کرتے جا رہے ہیں اس دنیا کی محبت ہی  
ہر گناہ کی جڑ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ“  
”دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف)

کافر ہم سے اچھے نہیں:

ہمارے مسلمانوں میں سے بعض نادان یہاں تک اپنی زبانوں  
سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے وہ کافر اچھے۔ (العباد باللہ)

اس ایمان کی اہمیت کا اندازہ قیامت والے دن ہوگا جس  
دن کافر بھی یہ تمنا کریں گے کاش کہ ہم مسلمان ہوتے۔

جیسا کہ ”قرآن کریم“ میں آتا ہے:  
”رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ.“  
”کافر لوگ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔“

لہذا ایمان کو اتنا حقیر نہ سمجھو جنت اور دوزخ کا دار و مدار اس  
ایمان پر ہے جو ایمان والا ہوگا وہ بالآخر جنت میں جائے گا اور جو بے  
ایمان ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ

زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور انکی ملک میں ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے۔ لیکن اس دن اس کو کوئی چیز بھی جہنم کے عذاب سے بچانے والی نہیں ہوگی۔ لہذا ایمان دنیا کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ و افضل ہے تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

**ایمان کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب:**

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایمان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جیسا کہ ”قرآن کریم“ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ط مَا كَانُوا لَنَا أَنْ نَشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ“

”میں یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے۔ ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں، یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔“

اس آیت میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ ہمارا ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اللہ تعالیٰ کا فضل۔ لیکن اکثر لوگ اس پر شکر ادا نہیں کرتے جو لوگ شکر ادا نہیں کرتے ان لوگوں کی محنت اس آیت میں بیان کی گئی ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے شرک نہ کرنے اور ایمان لانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری اور واجب ہے۔

لہذا ہر مومن پر ضروری ہے کہ ایمان کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر ادا کریں کہ اللہ رب العزت نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے اور ہمیں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے پیدا فرمایا۔

**علاماتِ ایمان:**

۱: اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرنا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب میں (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس کو اس کے والد اور انکی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“

(”صحیح بخاری“ کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، صفحہ: ۷، قدیمی کتب خانہ)

۲: جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

”الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ“

”کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔“

(”بخاری“ فی کتاب الایمان)

۳: مومن کی دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ“

”کہ اللہ تعالیٰ سے مومن ہی ڈرتا ہے۔“ (کنز العمال)

۴: دوسرے مسلمان کیلئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ“

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“

(بخاری شریف)

۵: مومن با حیا ہوتا ہے بے شرم نہیں ہوتا۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ“

”حیا ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔“

(بخاری شریف)

۶: مومن صبر والا ہوتا ہے بے صبر نہیں ہوتا۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”الصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ.“

”مہر نصف ایمان ہے۔“ (کنز العمال)

انصاری صحابہ سے محبت کرنا۔ ۷:

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ.“

”ایمان کی علامت انصاری صحابہ سے محبت کرنا ہے۔“

(بخاری شریف)

کفر اور کافروں کو ناپسند کرنا۔ ۸:

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ يُكْرَهُ أَنْ يُعَوِّذَ فِي الْكُفْرِ.“

”جو کفر میں جاننا ناپسند کرتا ہو۔“ (متفق علیہ)

راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا۔ ۹:

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ.“

”کہ ادنیٰ ایمان راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔“

(متفق علیہ)

مومن کسی پر لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ ۱۰:

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَكُونَ لَعَنًا.“

”مومن کی شان یہ نہیں کہ وہ کسی پر لعنت کرے۔“

(ترمذی شریف)

مومن جھوٹا نہیں ہوتا۔ ۱۱:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا۔

”أَيُّكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا فَقَالَ لَا.“

”کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف)

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں۔

مومن غریبی کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ۱۲:

ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِيمَانِ.“

”کہ ایمان کی علامت غریبی کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی

راہ میں خرچ کرنا ہے۔“ (کنز العمال)

۱۳: مومن صرف اللہ رب العزت کی رضا کیلئے کسی مومن سے

محبت کرتا ہے۔ دنیاوی غرض مقصود نہیں ہوتی۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ.“

”جو صرف اللہ کیلئے محبت کرے۔“ (کنز العمال)

۱۶: جو کسی سے صرف اللہ کی رضا کیلئے بعض رکھے کہ اللہ تعالیٰ کا

نافرمان ہے۔

حدیث شریف ہے کہ:

”وَأَبْغَضَ لِلَّهِ.“

”اور اس شخص کا ایمان کامل ہے جو صرف اللہ کی رضا کیلئے

بغض رکھے۔“ (کنز العمال)

۱۵: جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی کو کچھ دے کوئی دنیاوی

غرض مطلوب نہ ہو۔ اور ریا کاری کے طور پر بھی نہ ہو۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”وَأَعْطَى لِلَّهِ.“

”اور جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی کو کچھ دے۔“

(کنز العمال)

دعوتِ فکر:

تو ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان ان علامات میں غور کرے اور

دیکھے کہ کیا یہ علامات ہم میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں

ہے تو کوشش کریں کہ ان علامات کا جامع ہو۔

التماس:

میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے یہ عرض کرتا ہوں کہ

ایمان بہت بڑی نعمت ہے۔ اپنے ایمان کی قدر بھی کریں اور اس کی

حفاظت بھی کریں۔



تیسری قسط

# کیبل کے نقصانات

مولانا ندیم اقبال قادری اشرفی

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) یہ کب ہوگا؟

آپ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) نے فرمایا جب آلات موسیقی کا عام رواج ہوگا اور لوگ شراب کو حلال کریں گے۔“

یہی حدیث ”جامع ترمذی“ کے اندر امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے یوں نقل کی ہے:

۲: ”حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكُوفِيُّ نَاعَبُدَ اللّٰهَ ابْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ هِلَالِ بْنِ سِيَّافٍ عَنْ عَمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قَالَ فِيْ هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسَفٌ وَمَسْخٌ وَقَذَتْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمَتَى ذَلِك قَالَ إِذَا ظَهَرَتِ الْفَيَّانُ وَالْمَعَارِزُ وَشَرِبَتِ الْخُمُورُ.“

(”جامع ترمذی“ جلد: ۲، ص: ۴۴، مکتبہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

”امام ترمذی فرماتے ہیں ہم کو بیان کیا حضرت عباد بن یعقوب کوفی نے، وہ فرماتے ہیں ہم کو بیان کیا ہے حضرت عبداللہ بن عبدالقدوس نے وہ حضرت اعمش سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت ہلال بن سیاف سے وہ حضرت عمران بن حصین رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے وہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا اس امت میں زمین میں دھنسا اور شکلوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کا برسنا واقع ہوگا۔ ایک مسلمان شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) وہ کب ہوگا آپ نے فرمایا جب گانے والی عورتیں اور گانے کا سامان ظاہر ہوگا اور شراب پی جائے گی۔“

۱: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جب گانا عام ہو جائیگا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

..... گزشتہ سے پیوستہ .....

کیبل کے نقصانات بیان ہو رہے ہیں جن میں کیبل کے پروگراموں میں سے پہلے پروگرام (گانا) کے متعلق قرآن کی آیات کی روشنی میں پچھلے دو ماہ کے شماروں میں گانا کی حرمت ثابت ہو چکی ہے۔ الحمد للہ فالحمد للہ اب احادیث مبارک کی طرف رجوع کرتے ہیں کیا احادیث مبارک میں گانا سننے سے منع کیا گیا ہے یا نہیں؟

آئیے! احادیث کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ پیارے آقا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بڑی سختی سے گانا گانے، گانا سننے، گانا دیکھنے وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ گانے کے نقصانات بیان کرتے ہوئے میرے آقا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا:

۱: ”عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم يَكُونُ فِيْ اُمَّتِيْ خَسَفٌ وَقَذَتْ وَمَسْخٌ قَالُوا فَمَتَى ذَلِك يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِذَا ظَهَرُوا الْمَعَارِزُ وَاسْتَحَلُّوا الْخُمُورَ.“

(”سنن ابی داؤد“ ۲، ص: ۱۶۳، مطبوعہ مطبع مجتہبائی پاکستان، لاہور)

”حضرت عبدالرحمن بن سابط رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا میری امت میں زمین میں (فتنے) پتھر برسنے اور شکلیں تبدیل ہونے کے واقعات ہوں گے۔

صحابہ کرام رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم)

تو زمین میں دھسنے اور شکلوں کے مسخ ہونے اور پتھروں کے برسنے کے واقعات رونما ہونگے۔

تو خدا را انصاف سے بتائیے کیا کیبل پر سر عام گانا نہیں سنا جاتا، کیا کیبل پر سر عام عورتیں نہیں نچائی جاتیں؟

جب کیبل میں گانا بھی ہے اور سر عام عورتیں بھی نچائی جاتی ہیں اور سر عام شراب بھی پی جاتی ہے تو پھر کیبل ان کاموں کی وجہ سے عذاب الہی کا سبب ٹھہری جس کی وجہ سے کیبل کا استعمال حرام ٹھہرا۔

ایک طرف ان احادیث کو دوسری طرف 2005ء میں آنے والے زلزلے کو مد نظر رکھ کر انصاف کرو کیا اس طرح جس طرح سرکارِ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیب کی خبر دی ہے۔ نہیں ہوا تھا؟ کتنی شاندار بلڈنگیں زمین بوس ہو گئی تھیں، کتنے لوگ زندہ ان عمارتوں کے ساتھ زمین میں دھسا دیئے گئے تھے۔ اتنا سخت عذاب آخر کیوں؟

ہماری نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کی وجہ سے۔

گانا گانے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی:

۲: ”عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَتَغَنَّى مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا صَلَوةَ لَهُ لَا صَلَوةَ لَهُ لَا صَلَوةَ لَهُ“

(”نیل الاوطار“ جلد: ۱۰، ص: ۱۰۰)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات کسی آدمی کو گانا گاتے ہوئے سنا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس (گانا گانے والے) کی نماز نہیں اسکی نماز نہیں، اسکی نماز نہیں۔“

فائدہ حدیث:

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ گانا گانے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ جب گانا گانے والے کی نماز قبول نہیں تو یقیناً گانا سننے والے کی نماز کو بھی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل نہیں ہوتا۔

۳: گانا شرع و حیا کو ختم کر دیتا ہے:

”عَنْ أَبِي عُثْمَانَ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَالَ يَزِيدُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّاقِصُ يَا بَنِي أُمَيَّةَ إِنَّا كُمْ وَالْغِنَاءُ فَإِنَّهُ يَنْقُصُ الْحَيَاءَ وَيَزِيدُ فِي الشَّهْوَةِ وَيُهْدِمُ

الْمَرْوَةَ وَأَنَّهُ لَيَنْسُوبُ عَنِ الْخَمْرِ وَيَفْعَلُ مَا يَفْعَلُ السُّكْرَانُ كُتُمُ لَا بُدَّ لِعَالَمَيْنِ فَجَبِيوْهُ النِّسَاءَ فَإِنَّ الْغِنَاءَ دَاعِيَةُ الزِّنَا“

”حضرت ابو عثمان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا بیان ہے کہ یزید بن ولید ناقص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے بنو امیہ! تم گانے بجانے سے بچتے رہو، کیونکہ وہ (گانا) شرم و حیا کو گھٹاتا ہے نفسانی شہوت کو بڑھاتا ہے اچھے اخلاق کو ختم کرتا ہے شراب کا نائب ہے اور جو حرکات و خرافات نشہ کی وجہ سے ہوتی ہیں وہی اس (گانے) سے ہوتی ہیں اور اگر تم گانا گانے اور سننے کے گناہ میں پڑنا ہی چاہتے ہو تو اپنی عورتوں کو اس سے دور رکھو کیونکہ وہ زنا کا محرک ہے۔“

حاصل ہونے والے فوائد:

۱: اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ گانا شرم و حیا کو ختم کرتا ہے اور جب شرم و حیا ختم ہو جائے تو انسان بے غیرت ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ گانا انسان کو بے غیرت بنادیتا ہے۔

۲: گانا نفسانی شہوت کو بڑھاتا ہے جب نفسانی شہوت کا غلبہ ہو تو وہ زنا کی طرف دعوت دیتا ہے اور زنا انسان کو جہنم میں لے جانے کا سبب بنتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ گانا جہنم میں لے جانے والا ہو وہ حرام تو کیبل بھی گانے کی وجہ سے حرام۔

۳: گانا انسان کے اچھے اخلاقیات کو ختم کر دیتا ہے، جب انسان کا اخلاق ختم ہو جائے تو انسان کمینہ اور ذلیل آدمی شمار کیا جاتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ گانا انسان کو کمینہ اور ذلیل بنادیتا ہے۔

۴: شراب کا نائب ہے یعنی جس طرح شراب پی کر انسان کو ماں باپ، بہن بھائی، کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اسی طرح گانا سن کر بھی انسان کو ماں باپ، بہن بھائی، کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اولاد بوڑھے ماں باپ کا سہارا بننے کی بجائے ماں باپ کیلئے وبال جان اور عذاب بن جاتے ہیں۔

اے مسلمان! ہوش کر اور شیطانی راستے کو چھوڑ کر رحمانی راستہ اپنا تا کہ تیری اولاد بڑی ہو کر تیرے لئے سکون و راحت کی جگہ بنے، گانے کی وجہ سے اولاد والدین کو گھر سے خیر باد کہہ کر دھکے دے کر نکال دیتی ہے یہ کیبل کے خرافات ہیں۔

۵: گانا زنا کا محرک ہے یعنی گانے سننے کی وجہ سے انسان زنا کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ایک طرف اس فرمان کو اور ایک طرف آج کے معاشرے کو رکھو تو عقلمند انسان پر حقیقت خود واضح ہو جائیگی کہ واقعتاً گانا زنا کی دعوت دینے والا ہے۔

اے مسلمان! خدا کیلئے ہوش کے ناخن لے اور سوچ کہ ہمارے اسلاف قوم کیلئے نمونہ بن کر زندگی بسر کر گئے اور آج ہم دشمن کی بات میں آکر قوم کو کیا دے رہے ہیں، صرف یہی کہ اپنی نسل نوع کو بے غیرت کر رہے ہیں آخر ایسا کیوں؟ اسکی وجہ صرف اور صرف یہ بے حیائی پر مبنی گانے ڈرامے فلمیں شراب جو وغیرہ ہیں جو کہ سارے کے سارے شیطانی کام ہیں اور شیطان ہمارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

جیسا کہ ہمارے پیارے رب کریم نے ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

”إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ“

(”پ: ۱۲“ سورہ یوسف، آیت نمبر: ۵، ع: ۱)

دوست اور خالق کے راستے کو چھوڑ کر دشمن کے راستے کو اختیار کرنا کونسی عقلمندی ہے کہاں کی شریعت و طریقت ہے کہاں کی شرافت و سیاحت ہے خدا را مسلمان ہوش میں آ۔

تو یہ سارے کام کیبل میں سر عام دکھائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے کیبل کا استعمال حرام اور حرام ہے۔ اگر کیبل شریعت کے خلاف تمام کاموں سے پاک ہو جائے تو تب جا کر استعمال جائز ہوگا ورنہ حرام ہے۔

جو شخص گانا سنتے سنتے مرجائے اس کے جنازے کا حکم

۵: ”عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَلَهُ قَبِيْنَةٌ فَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِ“

(”کنز العمال“ جلد: ۱۵، ص: ۲۲۲)

”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس کے پاس گانے والی عورت تھی (وہ گانا سنتے ہوئے مر گیا) تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔“

اس حدیث پاک میں کتنا صاف اور شفاف فرمایا جا رہا ہے کہ جو شخص گانا سنتے سنتے اس دنیا سے چلا گیا اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ مقام تفکر ہے اے مسلمان اگر تو گانا سنتے ہوئے اس دنیا سے گیا اور آخری وقت تجھ پر جنازہ بھی نہ پڑھا گیا تو ویسے ہی تجھے دفن دیا جائے اور قبر کے اندر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرے امتی ہونے کا انکار کر دیں تو ایمان سے بتایہ گانا سننا، فلمیں دیکھنا، زنا کرنا، شراب پینا، کیبل سننا اور حرام کاریاں تیرے کام آئیں گی؟

کیا یہ تمام کام تجھے عذاب الہی سے بچالیں گے؟ یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں جب ایسا ہے تو اے مسلمان ابھی وقت ہے۔ کب تک خواب غفلت میں سویا رہے گا؟ کب تک دشمن کو خوش کرتا رہے گا آخر کب تک خدا اور اسکے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتا رہیگا۔ باز آ ابھی وقت ہے۔ اپنے آپ اور اپنی اولاد کو جہنم کا ایندھن نہ بنا بلکہ اگر تیرے گھر میں کیبل یا اس جیسی کوئی اور خبیث خرافات ہیں تو اس فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عبرت حاصل کرتے ہوئے آج سے ہی ختم کر کے پکی توبہ کر کیونکہ رب تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو پانچ وقت کا نمازی بنا اور نمازی بنا کر جنت اور شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حق دار بن جا۔

۶: ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتِمْتَنُحُ الْمَلَاهِي مَعْصِيَةً وَالْجَلُوسُ عَلَيْهَا فَسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ“ (”نبیل الاوطار“ ج: ۸، ص: ۱۰۰)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانے کی طرف کان لگانا گناہ ہے، وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔ (یعنی کفر ان نعمت ہے)“

..... جاری ہے.....

# تبصرہ کتب

پرو فیسر محمد منیر الحق کبھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتاب..... یادگار فیض ملت شیخ الحدیث علامہ محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ

مرتب..... اقبال احمد اختر قادری

پیش کش..... محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

پبلشر..... فیض رضا پبلی کیشنز R-B1/7 گلبرک فیڈرل بی ایریا کراچی

ہر گزنہ میرد آنکہ لش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

محمد مقصود حسین قادری اویسی..... ایک ایسا درویش اور سیاح ہے۔ جس کی سیاحت کے نقوش اور نقش کف پا..... کراچی سے خیبر اور میرپور آزاد کشمیر سے بلوچستان کے دور دراز علاقوں تک دریا ب ہیں۔

اس فقیر کے جھونپڑے کو بھی شرف زیارت بخشا مگر راقم الحروف کہیں کسی اور مقام پر تھا..... مگر دوسری باری محمد جمیل اعظمی کے دولت و فضیلت کدہ پران سے ملاقات کا موقع فراہم ہوا۔

مقصود خرد علم کا تقسیم کار ہے۔ وہ علمی خزانوں کو اٹھائے قریہ قریہ، مگر نگر گھومتا اور ان خزینوں کو تقسیم و تبدیل کے مراحل سے گزارتے آگے کی منازل کو گامزن رہتا ہے۔

نہ جانے اس دبلے پتلے نحیف و نزار جسم میں اتنی استعداد کار کہاں سے جمع ہو جاتی ہے؟

مگر یہ تو فیتق تو ہمت و حوصلہ کے مطابق ہی ازل سے ملتی ہے..... ان کی کئی ایک مرثیات سے پہلے بھی شناسائی ہو چکی ہے..... مگر اب کی بار حضرت مولانا فیض احمد فیض اویسی کی زندگی اور وفات حسرت آیات کو ایک یادگار میں سمیٹ لائے ہیں۔ ان کی اس پیش کش کو مولانا اقبال احمد اختر قادری نے ترتیب دیا ہے..... اور خوبصورت مرقع میں چشم و نظر میں لائے ہیں..... ابتداً محمد فیض احمد اویسی رضوی کی تاریخ ترحیل دی گئی ہے۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی کی نعت سے آغاز کیا گیا ہے۔

مولانا حسن رضا خان بریلوی، نواب مرزا خاں داغ دہلوی کے شاگرد اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ایک تو خاندانی علمی فضا اور شعر و ادب کا ذوق ورثے میں ملا۔

سیّد عارف محمود مجبور رضوی قدیم علمی روایت کے امین، شاعر ادیب، حالات حاضرہ پر اکثر نظم کی صورت میں اپنی تنقیدی آرا کا اظہار

کرتے رہتے ہیں۔ ان کی نعتیہ نظم استغاثہ بحضور سرور کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عنوان سے مندرج ہے۔ عرض اقبال..... میں اختر القادری، مرتب یادگار فیض ملت، نے علامہ مرحوم کی ذات و صفات و مصنفات کا مختصر مگر جامع تعارف دیا ہے۔ سید عارف مہجور نے خوبصورت قطعہ تاریخ وصال رقم فرمایا ہے۔

طارق سلطان پوری معروف شاعر، نقمین نگار اور محقق تاریخ گو ہے۔ ان کی شعری صلاحیتیں ان کے طویل قطعات تاریخ میں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔ وہ زوگو اور بسیار گو ہیں اس پر قدرت کلام مزید علیہ ہے۔ نشان فیض علم، کے عنوان سے قطعہ تاریخ و وفات طارق کی عقیدت کا مظہر ہے۔

حضور فیض ملت ماہ و سال کے آئینہ میں، میں علامہ مختار احمد رضوی (گو جڑہ) نے ان کی زندگی کو آئینہ میں عکس بند کر دیا ہے۔ اور اس میں دورہ تفسیر القرآن کی تفصیل بھی فراہم کی گئی ہے۔

مولانا اویسی کے پوتے صاحبزادہ فدائے الرسول نے مختصر اسوان مفسر اعظم پاکستان میں ابتدائی زندگی اور پرورش و تربیت، علمی ادبی فنی و فکری تفصیلات کا ذکر کیا ہے سلسلہ بیعت اور سلسلہ تصانیف کا بیان ہے..... مفتی محمد رفیق درانی، کراچی، تلمیذ فیض ملت نے ”مفسر اعظم پاکستان محدث بہاولپوری کا انداز تعلیم و تبلیغ“ میں ان کے اسلوب و انداز تعلیم و تبلیغ پر مدلل بحث کی ہے..... محمد عتیق رضوانے بھی ”حیات و خدمات“ پر قلم اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ ان کی کتب و مصنفات تین ہزار سے زائد ہیں۔ عاشقان رسول، میں پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف نے اپنے خیالات کا اظہار و بیان فرمایا ہے۔ ان کی عظیم و ضخیم مجلات کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ مفتی محمد حسن علی رضوی بریلوی (میلی) نے ان کی محنت و مشقت علمی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فیاض احمد اویسی نے دارالعلوم اویسیہ رضویہ کا تعارف پیش کیا ہے۔ طارق اویسی نے مفسر اعظم مولانا فیض احمد اویسی کے مشاہیر خلفا کا ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد داؤد گوجرانوالہ نے ان کی وفات پر اپنے دلی کرب کا اظہار کیا ہے۔ صاحبزادہ محبت اللہ نوری یادگار اسلاف، میں ان کی ایمانی و روحانی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ علامہ منشا تابش قصوری نے مصنف کتب کثیرہ میں تاریخ کے اوراق میں جھانکتے ہوئے مولانا تک کتب کثیرہ کے مصنفین کا ذکر فرمایا ہے۔ فیض ملت اہل بصیرت کی نظر میں علماء محققین نے انہیں جو خراج تحسین و عقیدت پیش کیا ہے وہ اس کتاب کی زینت ہے۔ پھر یادگار قلمی تاثرات میں بزرگ اساتذہ مبلغین و محدثین اور مفسرین کے خود نوشت تاثرات کے عکس کتاب کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ کر رہے ہیں۔ آخر میں غلام مصطفیٰ کا منظوم ہدیہ عقیدت بھی شامل یادگار ہے۔

کتاب یادگار رہے اور یادگار رہے گی۔ دلوں کو قرار اور آنکھوں کے لئے سکون و سرور کا باعث ہوگی۔ کتاب کے مرتب، پیش کار، اور فیض رضا بلیشرز ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں اور ان سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ آئندہ بھی اس نوع کے یادگار رسائل منظر عام پر لاتے رہیں گے۔



گجرات  
پاکستان

## ماہنامہ اہل سنت

۲۰۱ کے بارہ شمار کے ٹائٹل کی ایک جگہ



دفتر ماہنامہ ”اہل سنت“ الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد کرنی گجرات

Mob: 0333.8403147, 0313.9292373 053.3512935

خط و کتابت اور

ترسیل زر کا پیسہ